

فتاویٰ الحقیقۃ کی روشنی میں

۲۶	جن کو غایت درجہ کا خوف الہی تھا امام حجت	۲	بین
	کی تقلید کو باعث نجات سمجھتے تھے	۴	ابن خلدون
۲۹	فقہ حنفیہ پر اوسے زمانہ میں اجماع	۵	ابن
	ہو گیا تھا۔	۵	وجہ
۲۶۷	بہت سے اولیاء اللہ امام صاحب کے	۸	
	مقلد ہیں۔	۹	
۳۵	سبقت تقلید	۱۱	
۱۱	تقلید انسان کی فطرت میں داخل ہے	۱۵	نفع ہے
۳۶	فقہاء کی تقلید کی ضرورت قرآن مجید	۱۶	ہے
	سے ثابت ہے۔		۱
۳۸	ابن حزم تقلید کو جائز کہتے ہیں	۱۷	یق کی
۴۰	فقہاء کی تقلید مذموم نہیں ہو سکتی	۱۷	
۴۱	کوئی ضرورت نہیں کہ جو کوئی قرآن و	۱۸	پیش کیا
	حدیث پیش کرے اوس کی بات		۱
	مان لی جائے۔	۱۹	ب
۴۵	عمل بالحدیث کا دھوکا	۲۰	بلاد
۴۷	وہی حدیثیں معتبر نہیں جو مجتہد مطلق		سب
	کے ذریعہ سے پہنچیں	۲۲	
۴۶	اس زمانہ میں کوئی مجتہد نہیں ہو سکتا	۲۳	ضیہ
۴۷	صحابہ میں کل حدیثیں صحابہ اہل نہیں		
۴۸	نور اللقہ کو کسی کام میں نہ لانا چاہیے کہ وہ خلا کل اہل	۲۴	ن

۸۰	فقہاء اور محدثین کے طریقہ کا موازنہ	۵۹	ترک تقلید کی ابتدا اور تاریخی حالات
۸۱	فقہاء کی توسیع نظر	۵۳	ظن غالب شریعت میں معتبر ہے
۸۲	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۵۵	محدثین توفیق کی صحت کا انکار نہیں کر سکتے
۸۵	ایضاً	"	بخاری کی مخالفت سے لازم نہیں کہ
۸۶	غیر مقلدون کے استدلال کا جواب		کل احادیث کی مخالفت ہو۔
۸۷	تقلید شخصی	۵۶	بخاری کی کل حدیثیں امام صاحب کے
۸۸	صحابہ کو تقلید شخصی کی ضرورت تھی		پیش نظر تھیں۔
۸۹	ضرورت تقلید	۵۷	مجتہدین کو بعض احادیث کو ترک
۹۲	صحابہ نے بھی تقلید کی		کرنے کی ضرورت تھی۔
۹۳	مجتہد صحابہ نے بخوف فتنہ تقلید کی	۶۰	محدثین بھی احادیث کو ترک کر دیا کرتے تھے
۹۴	اپنے امام کی مخالفت جائز نہیں	۶۱	امام بخاری رحمہ نے ہزار ہا حدیثوں کو
۹۶	محدثین نے بھی تقلید کی		ساقط کر دیا۔
۱۰۰	محدثین نے تقلید شخصی کا طریقہ بتلایا	۶۲	بحث حدیث مرسلہ
۱۰۱	امام بخاری رحمہ کے حالات	"	محدثین کو تقلید احادیث کی ضرورت
۱۰۵	امام بخاری رحمہ موسیٰ مبارک تبرکات پر تھے	۶۴	حدیث معن میں بحث
۱۰۷	امام صاحب کے مطاعن پر بحث	۶۷	خبر واحد پر عمل کی ضرورت
۱۰۸	امام صاحب کے بغض کے اسباب	۷۰	محدثین کے شروط ضرورت سے زائد ہیں
	امام بخاری رحمہ پر محدثین کا طعن اور	۷۲	کتاب فقہ اہل سنت پر بحث
۱۱۳	ادون کی بدنامی	۷۴	اکثر اکابر چھتہ وغیرہ حنفی ہیں
۱۱۷	بعد اطلاع محدثین کا رجوع کرنا امام صاحب	۷۵	مذہب اربعہ کی حقانیت پر اولیٰ اللہ کا
	کی بدگمانی سے	۷۷	فقہ حنفیہ میں اہل سنت کا مذہب بھی
۱۲۲	اکابر محدثین نے بدگوئیوں کو ضرورت کی		داخل ہے
۱۲۶	امام صاحب کے توبہ کا قصہ	۸۰	تعلیم بن عامل بالحدیث میں

[illegible]

وَمِنْ أَوْلَادِهِ خَيْرُ الْبَنِينَ

(*)

الحمد لله كتاب مستطاب في تكملة الأمل في حقيقة نفع وحقايق نفعها

مستطابا قول كبار علماء شكر الله سبحانه وفاض على العالمين بركاته

مسمی به

الفقه حقیقی

حصه دوم

مؤلفه حقایق آگاه فقاهت و نگاه حضرت آقا مولوی حاجی حافظ محمد نور الله صاحب

بایه تمام احقر الزام خواص غلام خوش بندای عشق غفر الله له

(*)

مطبع و ناشر آقا میرزا محمد باقر صاحب

الفقہ الحقیقہ

حصہ دوم



سبحان اللہ العظیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین
 امتا بعد اب تہذیب اسامال فقہ حنفیہ کی تدوین اور اسکی شہرت اور مقبولیت اور واسطہ اجماع ہو گیا بھی
 میں لیجئے امام صاحب کی پیدائش سنہ ۱۰۱۱ ہجری میں ہے جو صحابہ کی موجودگی اور اعلیٰ درجہ کی برکت کا
 زمانہ تھا اور انتقال سنہ ۱۰۷۱ ایک سو چالیس ہجری میں ہوا اس ستر سال کی عمر کا ایک بڑا حصہ اپنے تحصیل علم
 میں صرف کیا اس کے بعد حاد بن سلیمان کے حلقہ میں فقہ حاصل کرنے کی غرض سے گئے چنانچہ
 شمس الضحیفہ بن امام سیوطی رہنے لکھا ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہر روز میں ان کے حلقہ میں آیا
 کرتا اور ان سے سنتا یاد کرتا جب سے روزہ پڑھے ہوئے سبق کا اعادہ کرتے تو دوسرے
 دن میں اس کا کلمہ پڑھتا اور میں بے کم و کاست بیان کر دیتا اس وجہ سے حاد نے حکم دیا کہ اس کے
 سوا کے اور حلقہ کے کوئی نہ بیٹھے دس سال تک یہ حاضر باشی اور مستفاد رہا ایک روز میرے
 اس نے خواہش کی کہ فقہ میں بہرہ کافی حاصل ہو گیا ہے اس لئے اپنا حلقہ علحدہ بنالیا جائے چنانچہ
 اس نے اس کے حلقہ میں کھلا جب اس میں داخل ہوا اور حاد کو دیکھا تو جرات نہ ہوئی کہ استاد کے مقابلہ
 میں خود سر میں کا دعویٰ کر دے چنانچہ حسب عادت شیخ کے حلقہ میں بیٹھ گیا۔ قصداً اسی رات اونکو
 خبر ہو گئی کہ بصرہ میں اونکے کوئی قرابت دار تھے اور انکا انتقال ہوا اور سو بسے اونکے کوئی دوسرا
 وارث نہیں نہیں ہر سستے ہی مجھے اپنا جائزین کر کے وہ روانہ ہو گئے اور وہ بیٹھ کر میں اونکی
 کو انجام دیتا رہا اس عرصہ میں ساتھ ساتھ اسکے ایسے پیش ہوئے کہ اونکا حکم میں نے سنا تھا اور انکا
 جواب تو دیدیا مگر وہ لکھ کر رکھا جب وہ واپس تشریف لائے میں نے وہ مسائل اور اپنے
 جوابات پیش کئے انھوں نے چالیس مسلوں میں اتفاق کیا اور بیس مسلوں میں مخالفت

کی اوس کے بعد میں نے قسم کھائی کہ اب اودن کے علقہ کو کسی نہ چھوڑ دوں گا۔
 اب غور کیجئے کہ فقہ کیسی چیز ہے کہ امام صاحب کا وہ تبر علی اور اوس پر وہ عداد اولیٰ علیہ السلام
 نعم و ذراست جبر کا بڑ محمد میں رشک کرتے تھے باوجود اس کے دس برس تک ایک شخص
 شفیق استاد سے سیکھتے رہے مگر منور ایک ٹلٹ کی کسر باقی رہ گئی پھر استاد کے انتقال
 تک اونھی کی خدمت میں رہے اور اودن کے انتقال کے بعد جب مسلمانوں کو ضرورت ہوئی جب
 بھی فتویٰ دینے پر حرات نہیں کی چنانچہ امام موفق رحمہ اللہ لکھا ہے کہ جب حاد ورم کا انتقال
 ہوا اور اودن کے اصحاب نے امام صاحب کو اودن کی جانشینی پر مجبور کیا تو امام صاحب نے قبول
 نہ کیا آخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ اودن میں سے دس صاحب ایک سال تک امام صاحب کے
 ساتھ رہ کر ہر مسئلہ کے فتویٰ میں تائید و یا کفرین چنانچہ ایسا ہی ہوا اوس کے بعد تو میں نے
 مسئلہ ذالی اور ایک مجلس ایسی قائم کی جسکے اراکین اہل حدیث تھے روحانیہ میں لکھا ہے
 فقہ کے وقت امام صاحب کے پہلے ایک ہزار علماء کا مجمع تھا۔ جن میں چالیس مسلمان
 پاپس کے تھے کہ رجم و اجتہاد کو پہنچ گئے تھے اودن سے آپ نے فرمایا دیکھو فقہ کو میں نے
 لگام تو لگا دی ہے اور شمارے لئے زمین بھی کس دہی ہے اب تم میری مدد کرو صاحب
 کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اودن سے مشورت کرتے اور جو کچھ انہار و نار او کو یاد ہو تو میرے
 اور جو خود کو یاد ہو سوتے بیان کرتے۔ پھر بعض مسائل میں ایک ایک مہینہ تک مناظرہ ہوا
 جب بالاتفاق وہ مسئلہ طے ہو جاتا تو اودن سے امام صاحب کے لکھنے کو فرما دیتے اس طرح
 اصولی مدون ہو گئے۔ اٹھیں۔

اب غور کیجئے کہ جو مسئلہ اتنی تحقیقات سے اور مدد محمد بن کے اتفاق سے طے ہوا اس کا
 کیا ممکن ہے کہ مخالف قرآن و حدیث ہوتا ہو گا۔

سیرۃ النعمان میں لکھا ہے کہ خطیب بغداد نے وکیع بن الجراح کے حال میں لکھا ہے
 کہ ایک موقع پر وکیع کے پاس چند اہل علم جمع تھے کسی نے کہا کہ اس مسئلہ میں ابو حنیفہ نے
 غلطی کی ہے وکیع بولے کہ ابو حنیفہ کی بزرگوار غلطی کر سکتے ہیں۔ ابو یوسف اور قریاس میں بھی بنی
 حفص بن غیاث۔ حیان۔ مندل حدیث میں۔ قاسم بن معن لغت و عربیت میں اور اودن و طلال

مجلس میں عیاض زید و نقوی بنی مین۔ اس رتبہ کے لوگ جس شخص کے ساتھ ہوں وہ کہیں غلطی کر سکتے ہیں اور اگر گناہ بھی تو یہہ لوگ اوسکو کب غلطی پر رہنے دیتے۔

خ۔ ایک شخص نے کوئچ سے کہا کہ ابو حنیفہ نے جھڑپ کی انہوں نے جھڑپ کر کہا جتنی ایسی بات کہہ دو مثل جانوروں کے ہے بلکہ اونسے بھی گراؤں گے۔ ایک ابو یوسف اور محمد بن یحییٰ فقہ تھے اور بہت سے آئمہ حدیث اور بہت سارے آئمہ لغت و فرائض و مسائل۔ اور داود و حاکم جیسے آئمہ زہد و ورع موجود تھے جسکے اصحاب ایسے ہوں وہ کبھی خطا نہیں کرتے۔ اوسکے حق کی طرف وہ لوگ پھیر دیئے ہیں۔ انتہی۔

کر درمی رہنے اسی قسم کا قول ابن عکرمہ کا نقل کیا ہے۔ "چند ماہرین فن حدیث و لغت و فرائض کے نام ہو گئے ہیں مرن و تخیل کے طور پر ہیں ورنہ وہ ان تو صدی علماء کا مجمع ہمیشہ راکرنا تھا جسکا

مالی اور علمی ہوتا۔ یہ روایت اور کچھ گئی کہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ کی مجلس میں صبح و شام جایا کرتا تھا۔ ایک با حنیف کے مسئلہ میں گفتگو شروع ہوئی اور تین روز تک صبح و شام ہو اکی آخر تیسرے روز قریب شام آئے کہ بڑا غرہ بلند ہوا جس سے تمام اہل حلقہ کی سرست اوس مسئلہ کے طے ہونے پر سمجھی جاتی تھی لہذا اس سے ظاہر ہے کہ جب تک اہل حلقہ کے دونوں میں اوزعانی اور افشاری کیفیت پیدا نہیں ہوتی تھی کوئی مسئلہ کتاب میں نہیں لکھا جاتا تھا۔

یہ روایت بھی اور کچھ گئی کہ ایک رات زفر رستے بعد عشا کسی مسئلہ میں اپنا خاک ملا ہر کیا۔ امام نے جواب دیا ملاؤ کی تسکین نہ ہو اور مناظرہ طول کھینچا یہاں تک کہ رات بھر مناظرہ ہوتا رہا۔ آخر صبح کو امام صاحب ہی کے قول پر فیصلہ ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ شاگردوں کو عام اجازت تھی کہ وقت بے وقت اپنے شبہات رفع کر لیا کریں۔ اب غور کیا جائے کہ جب امام صاحب نے نہ مرن خارج وقت درس بلکہ ایسے وقت میں کہ دنیا میں کوئی اوستاد شاگردوں کے رفع شبہات کیلئے وہ وقت نہ دیگا۔ اونکے شبہات کو رفع کیا تو خاص وقت میں کس قدر وہ لوگ کی طرف متوجہ ہوتے ہونگے۔ اور کون شاگرد ہوگا کہ ایسے متفین استاد سے اپنے شبہات رفع کر لیا ہوگا۔ اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ مسائل فقہیہ میں جو شبہات مخالفین

کے محدثین کو ہونا چاہئے وہ سب امام صاحب کے حلقہ درس میں پیش ہو چکے اور ان کے حلقہ
معلوم ہونے کے بعد صدائے محدثین نے ان کو مدون کر لینے کی اجازت دی ہے جس سے
نابت ہے کہ فقہ کا ہر ایک سلسلہ صدائے اساتذہ محدثین کے اتفاق سے طے ہو چکا ہے۔

ح۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اسلام میں ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہزار قول ہیں۔ اس لئے
یہ اس لئے مسئلہ فقہ کے آئینہ نگار ہیں۔ یہ روایت نقل کر کے امام نوویؒ نے ایک فقہ کا قول
ذکر کیا ہے کہ تراویح چار میلے امام صاحب نے لکھے ہیں جن میں انہیں ہزار عبادات میں ہیں اور
میں انہیں ہزار عبادات میں۔ چونکہ امام مالکؒ امام وقت اور مرجع اہل حدیث تھے اور علاوہ ان کے
ایکی اقامت مدینہ منورہ میں تھی جہاں محدثین اور علماء کا آنا ضروری ہے۔ اس لئے امام صاحب کے
حلقہ درس میں جو محدثین شریک ہوتے تھے ان سے بھی ملاقات ہو کر کرتی ہے۔ اور ان کی دینی مسائل
فقہ کی تصدیق و تواتر معلوم ہوتی اور ان کی انہوں نے خبر دی اس پر وہ سے کوئی شک کا لفظ
میں فرمایا اور اس امر سے انکار اور نفرت ظاہر کی۔ یہ بات قابل تصدیق ہے کہ اگر یہاں
میں سے کسی نے امام مالکؒ سے دی ہے اگر خلاف قرآن و حدیث ہوئے تو وہ کا فرض تھا کہ کہنے
ملا دے کہ یہ ہے کہ وہ سب خلاف قرآن و حدیث ہیں اور کہ ہے کہ اپنی تارضامندی تو وہ اس سے
ظاہر کرتے۔ مگر تارضامندی کیسی وہ تو امام صاحب کے اقوال کو نہایت وقعت کی نظر سے دیکھتے
تھے چنانچہ امام نوویؒ نے مناقب میں لکھا ہے کہ محمد بن عمر الواعظی کہتے ہیں کہ امام مالکؒ
اکثر ابو حنیفہؒ کے اقوال کی تلاش کیا کرتے اگرچہ ظاہر اُبیان نہ کرتے مگر اکثر ان اقوال کے منکر
ختمی دیا کرتے تھے۔ انہی۔

سہی وجہ ہے کہ اکثر ان کے اور امام صاحب کے اقوال میں مطابقت یا مناسبت ہو کر کرتی ہے
جیسا کہ تب فقہ سے ظاہر ہے۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کے تلامذہ نے امام صاحب سے جو اختلاف کیا ہے اس کی
کیا وجہ اور اس کا جواب موقع نے مناقب میں لکھا ہے کہ پہل بن مزاحم کہتے ہیں کہ جن مسائل میں
ابو یوسفؒ نے امام صاحب کا خلاف کیا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے امام صاحب کے
اقوال کی وجہ نہیں سمجھی۔ انہی۔ فی الحقیقت امام صاحب کی نظریات غاصب تھی۔ چنانچہ

بیشتر اسکا حال معلوم ہوا۔ اور امام ابو یوسفؒ خود بھی کہتے ہیں کہ جس مسئلہ میں میرا اور امام صاحب کا
قول موافق ہو گیا تو میرے دل میں قوت اور یقین پیدا ہوتا تھا اور جس مسئلہ میں ان کے قول کو چھوڑ دیا
تو دل میں ضعف اور شک پیدا ہونے کے برابر رہتا تھا حالانکہ میں صحیح کہتے ہیں کہ یہ بات میں نے
خود ابو یوسفؒ سے سنی ہے ذکرہ الامام للموفق فی المناقب۔

قرین پر غور کرنے سے اس اختلاف کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ جن مسائل کی طرف سے کہنہ وقت
وہم پر غور ہے اور امام صاحب کی تقریر اور مسائل میں نہیں بنی اون میں غور اور غماز
اونکو ضرورت ہوئی ورنہ تقریر اگر سن لیتے تو خود حالت اذعان اور انکشاف پیدا ہو جاتی جسے
بجا ہوا دیکھنے کی ضرورت ہی ضرورت ہی۔ کیونکہ وہ ان یہ قاعدہ ٹھہرا ہوا تھا کہ جب تک کوئی مسئلہ
میں سے طور پر ظہور نہ جاتا کہنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا اسوجہ سے بعض مسائل میں ایک
ایک جیسے حکم مناظرے ہوتے رہتے۔ اور اثنائے مناظرہ میں کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ امام
اس مسئلہ سے جرح کرتے تھے مگر آخر میں تقریر حیرت فیصلہ کا انحصار تھا ایسی ہوا کرتی تھی کہ اسکو
مناظرہ میں کوئی سر نہ اٹھا سکتا بلکہ سب کے دلوں میں اس سے ایک انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی
جس سے سب نے اختیار فرما لیا کہ اگر بلند ہوتا تھا۔

آخر میں جب تمام اہل ملکہ اسکو تسلیم کر لیتے اور وقت امام صاحب اسکو لکھنے کا حکم دیتے تھے
ہرگز قرین قیاس نہیں کہ امام ابو یوسفؒ جیسے شخص کسی مسئلہ میں اپنا شک بیان کرتے رہیں اور
امام صاحب اس پر غور نہ کر کے اس مشکوک مسئلہ کو طے شدہ مسئلوں میں تصور کر لیتے ہو گئے ہوں
طریقہ کیا امام صاحب ابو یوسفؒ ہی کو طے شدہ مسائل لکھنے کو کہا کرتے تھے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا
اگر انکو کسی مسئلہ میں شک رہ جاتا تو کہہ دیتے کہ حضرت خود مجھی کو امین اب تک شک باقی ہے
پھر اسکو طے شدہ مسائل میں کیونکر لکھوں بہر حال یہ ہرگز قرین قیاس نہیں کہ ابو یوسفؒ
کسی مسئلہ کی تحقیق میں شریک رہے ہوں اور انکو شک رہ گیا ہو۔ ان یہ ممکن ہے کہ بعض سال
کی تحقیق میں وہ شریک نہ ہو سکے کیونکہ تین تین سالہا سال ہوتی رہی اس مدت مدیدہ میں بالاد
ہر روز بیچ سے شام تک حاضر رہتا تقریباً ناممکن تھا۔ اس غیر حاضری کے زمانہ میں جو مسائل
طے ہو گئے تھے ان میں انکو اجتہاد کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ وہ بھی آخر چھتہ تھے پھر امام صاحب

کہ جن اقوال کی وجہ ان کے سچے مین و آئی مجبوراً انہوں نے اور مین خلاف کیا۔

ابو یوسف کا یہ تھا کہ حنفی المذہب کو صرف ابو حنیفہ کی اتباع چاہئے ابو یوسف کا قول

ہے کہ کوئی ضرورت نہیں مگر چونکہ ابو یوسف امام صاحب کے اہل و وجہ کے شاگرد ہیں اور

انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ اپنا ذاتی کوئی قول نہیں بلکہ امام صاحب کے کسی قول کو انشائی

کر لیتے ہیں اسلئے ان کی اتباع بھی امام صاحب ہی کی اتباع ہے چنانچہ ائمہ دین کے ہاں

وفی آخر الحادی القدیمی واذا اخذ بقول واحد منہ لعلہ قطعاً انہ یکون احداً

بقول ابی حلیفہ فانہ سوری عن جمیع اصحابہ من الکبار کابی یوسف و ابن

الحسن انہ قالوا ما قلنا فی مسئلہ قول الامام و سوا ینتہ عن ابی حلیفہ

واقموا علیہ ایما فاضلاً طاری کہ جب ابو یوسف وغیرہ تلامذہ امام صاحب تحت بحث

میں تھا کہ کہتے ہیں کہ کوئی قول اور کا ذاتی نہیں بلکہ وہ بھی امام صاحب ہی کے قول ہیں تو ان

تصاریف کی اتباع سے حقیقی شخص حقیقت سے غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ جو قول امام صاحب

کی طرف منسوب ہے وہ صحیح ہو۔ لیکن شک نہیں کہ جب ایک مسئلہ میں متحد قول امام صاحب

کے مروی ہوں تو قطعی طور پر یقینی بہ قول معلوم کہ ناہر شخص کا کام نہیں اسلئے فقہائے حنفیہ میں

جو اصحاب الترتیب سمجھے گئے ہیں انہوں نے جس روایت کو یقینی یہ کہیادی امام صاحب کا یہی

قول سمجھا جائیگا جس سے تقلید شخصی امام صاحب کی ثابت ہوگی۔ اس مقام میں صاحب المختار نے

یہ اعتراف کیا ہے کہ جو قول امام صاحب کا ظاہر الروایہ سے خارج ہو وہ مرجوح ہے

اسلئے ابو یوسف وغیرہ کے اقوال پر عمل جائز نہ ہونا چاہئے اسلئے کہ ہم حنفی ہیں ابو یوسف وغیرہ

پھر اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ امام صاحب نے اور صاحبون کو اجازت دی تھی کہ جو قول اپنی ذمت

میں موجب پائین اوسی پر عمل کریں اور یہ بھی فرمایا تھا کہ واضح الحدیث فہو مذہبی۔ اس وجہ سے

ان تصاریف نے جس قول کو مطابق حدیث پایا اوپر عمل کیا اس صورت میں ظاہر الروایہ سے

خارج اقوال بھی من جمیع الوجہ مرجوح عنہ نہونے اور ان کی اتباع سے ہماری حقیقت میں خرابی

نہ آئے گا۔ انھی لفظوں سے۔

اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ظاہر الروایہ کے کسی قول سے امام صاحب ترجیح کیا ہی نہیں

اور یہ صاحب نے غلط روایت پر عمل کیا ہے تو بھی ابوہریرہؓ سے خارج نہیں
 اس لئے کہ وہ محدث ہیں تو محدثی کے تحت میں مجتہد مطلق نہیں کیونکہ جو تو اعدائے اہل بیت
 سے تھے ان کے جہنم وہ ان سے خارج نہیں ہو سکتے تھے اس لئے اصحاب الترتیب اگر امام ابوہریرہؓ کے
 قول پر عمل کرتے تو وہ بھی دراصل امام صاحب ہی کا پیغمبر بن جاسکتا۔

یہ بات بکھرے کہ واضح الحدیث مذکورہ میں کامطلب یہ نہیں ہے بلکہ اس کی صحت کا
 ہے بلکہ کسی حدیث پر عمل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حدیث صحیح کے معیار
 حدیث کی اسناد صحیح بھی ہو کرتی ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ قرآن کے یا قیاس صحیح کے معیار
 نہ ہو جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث من قال لا الہ الا اللہ پر عمل نہیں کیا اس
 کے کہ قیاس صحیح کے معارض تھی۔

غرض کہ آخری زائد دوائے امام صاحب کے اس قول سے نفع نہیں اٹھا سکتے اس لئے کہ جب تک
 مجتہد ہوتا ہی ضروری امور کی پابندی کر کے حدیث سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں کر سکتا۔
 تقریر بالا سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام صاحب نے صدائے محدثین کے مجمع میں ہزار اسلئے
 فقہ کے قرآن و حدیث سے استنباط کئے اور ان کے اتفاق آرا سے فن فقہ کو مدون کیا۔ اب ہم
 چند اقوال کا برہنہ کے نقل کرتے ہیں جو فقہ حنفیہ کے باب میں فاروقین سے معلوم
 ہو گا کہ محدثین رحمہم اللہ کتب فقہ کو کس وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

مک عبد اللہ بن داؤد الخیر ہی کہتے ہیں کہ جو شخص چاہے کہ جہل کی ذلت سے نکلے فقہ حاصل
 کرے اس کو چاہئے کہ ابوحنیفہ کی کتابوں کو دیکھے۔

دیکھئے انہوں نے فقہ حنفیہ کو علم اور اس کے نہ جانے کو جہل قرار دیا۔
 کہ حرام کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتابیں نہ دیکھے اس کو
 فقہ میں تبحر نہیں ہو سکتا۔

سیرۃ النعمان میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں نے امام محمدؒ سے
 ایک بار عشرہ علم حاصل کیا ہے اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ کے علم و نظر
 اس روایت سے کم ہے ہو گا اور وہ اس کو حنفیوں کی گھڑت سمجھیں گے مگر ان کو معلوم ہو نا چاہئے

کر عطاء بن یدوی سب سے جو مشہور محدث ہیں اس روایت کی تصدیق کی ہے دیکھو تھنیب الامام ابوہریرہ
از جبرائیل بن محمد کشف بزدلی میں لکھا ہے کہ ابی عبیدہ قاسم بن سلیمان امام شافعی سے روایت کرتے
کہ انہوں نے فرمایا کہ جو فقہ سیکھنا چاہے تو ابو حنیفہ کے اصحاب کی صحبت اختیار کرے۔ حدیث کی تعلیم
میں حضرت ابو حنیفہ کی کتابوں کے مطالعہ سے فقیہ ہوا اگر ارون کا زمانہ نہیں پاتا تو او کی مجلس
کبھی نہ چھوڑتا۔

حمص۔ عبد اللہ بن مبارک نے ایک روز یہ روایت بیان کی حدیث ثنائی ادا تھیں ہشام
الحسن قال یقولوا من تلحدون هذا الحدیث فانہ یمتکم یعنی حسن بصری نے
اپنے شاگردوں سے کہا کہ حدیث کو دیکھو سمجھ کے لیا کرو کیونکہ وہ تمہارا دین ہے۔ ابن مبارک نے
یہ روایت بیان کر کے کہا کہ جب حدیث کو فقہ سے لینے کی منزلت ہے تو اسے تو بطریق
فقہ سے لی جائے پھر کہا جب کوئی فقہ تم سے ابو حنیفہ کا قول بیان کرتے تو اسکو معتبر سمجھو۔
یہ کہنے ابن مبارک نے فقہ کو کس قدر تہم کا نشان سمجھا کہ اسکو بھی مثل حدیث کے فقہ سے
لینے کی ضرورت بیان کی۔

حفص الراعی کہتے ہیں کہ مجھے ارون لوگوں پر رحم آتا ہے جبکہ ابو حنیفہ کے علم سے کچھ نہیں
یہ وہی لوگ ہیں جو فقہ سے عاری ہیں۔

حم۔ عبد العزیز بن خالد انصہانی کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ کی کتابیں اڑھتے پڑھیں اور بعد
میں اڑھتے پوچھا کیا ان کتابوں کی روایت آپ سے کروں۔ آپ نے اسکی اجازت دی میں نے کہا
کیا سمعت کا لفظ بھی کہوں فرمایا سمعت اور حدیثی اور اخیر فی سب کے ایک معنی ہیں نہ
اس سے ظاہر ہے کہ فقہ کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی جاتی تھیں اور مثل حدیث او کی روایت
کی جاتی تھی۔

حم۔ حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ سے او کی کتابیں پڑھیں اور انار سے کبھی
شخص کو انار سے زیادہ ذکی یا انان امور کا عالم جو احکام کے باب میں فاسد اور صحیح ہیں۔

مک۔ یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ وہ سب بن جریر سے میں نے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میرے والد
جریر بن جازم ابو حنیفہ کی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب مجھے دیا کرتے اور وہ اوں لوگوں میں ہیں

ہزار اعلیٰ العین حدیث میں دہتے تھے اور اوس کے تدبیر کی کیفیت تھی کہ ٹھیلہ وقت اون کے وقت سے ایک بات خلاف حدیث شائع نہ کر سکا۔ اب غور کیا جائے کیا ممکن ہے ایسے خلیفہ القدر ^{سیدنا} مرجع خلافت المومنین نے امام صاحب کے علم یعنی فقہ کی تعریف کسی کے خوف یا رعایت سے کی ہوگی۔ خلیفہ وقت کو تو انہوں نے صاف کہلا دیا کہ غیر معروف باطل و زنج دینا جائز نہیں جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ میں ہے اور فقہ کی نسبت فرما رہے ہیں کہ علم پوچھو تو وہی ہے اور محدثین کو اوس سے بہرہ نہیں اور فقہ کی کتابیں دیکھنے کی ترغیب دے رہے ہیں اگر کسی نے پوچھا کہ انہیں کہہ دیتے فقہ تو بروت اور ابو حنیفہ کی رائے ہے چیر عمل کرنے سے آدمی مشرک بن جاتا ہے اور کیا آپ علم کفر پر چڑھ کر پھر سحر بن جین جیسے محدث کو جو جرح و تعیل میں نہایت مشہور شخص ہیں صاف کہہ دیا کہ تم لوگ عطار ہو اور وہ دم نہ مار کے بلکہ وہ بھی ہمیشہ امام صاحب کے ملا ہی رہے یہاں تک کہ ابو حنیفہ اقوال کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ منفی المذہب تھے کیا اتنے قرائن کے بعد بھی کوئی کہ نصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ فقہ حنفیہ مخالف قرآن و حدیث ہے۔

ک محمد بن زید کہتے ہیں کہ میں عامر کے بیان اکثر جایا کرتا تھا۔ ایک بار انھوں نے کھا کیا تم نے ابو حنیفہ کی کتابیں بھی دیکھی ہیں میں نے کہا میں حدیث طلب کر رہا ہوں۔ مجھے اون کی کتابوں سے کیا مطلب۔ فرمایا میں ستر سال آثار طلب کرتا رہا مگر جب تک ابو حنیفہ کی کتابیں نہ دیکھیں اچھی طرح استیجا کرنے کا طریقہ بھی مجھے معلوم نہ ہوا۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کا بر محدثین فقہ حنفیہ کو کس قدر ضروری سمجھتے تھے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ امام صاحب کے مقلد تھے۔

ک یعلیہ بن اسباط کہتے ہیں کہ ابن مبارک جب کوفہ کو آتے تو زفریہ سے امام صاحب کی کتابیں ستار لیکر اون کی نقل لیتے ایسا کئی بار اتفاق ہوا اور ان سے پوچھا گیا کہ امام مالک انفقہ میں یا ابو حنیفہ یا ابو حنیفہ تمام دوسے زمین کے لوگوں سے افضل ہیں۔ انھوں نے۔

ابن مبارک جو ابابار امام صاحب کی کتابوں کی نقل لیا کرتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ اوس زمانہ میں فقہ کی کتابیں بڑی وقعت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں اور باوجودیکہ وہ مدتوں امام صاحب کی صحبت میں رہ چکے تھے مگر امام صاحب کے علوم سے اون کو سیر می نہوی۔

اور فقہ کی کتابوں کے شدید تھے۔

ح۔ عبد الرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ علمائین قاضی القضاۃ ہیں۔
عبد الرحمن بن مہدی وہ شخص ہیں کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے انکو حافظ الکبیر والعلم الشہیر لکھا ہے اور
امام احمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ یحییٰ بن قطان سے بھی افتہ ہیں اور لکھا ہے کہ ابن ربیع
قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ اونکا مثل میں نے نہیں دیکھا۔ جب ایسے جلیل القدر محدث نے امام
کو قاضی القضاۃ علما کے زمرہ میں قرار دیا تو علما کے اختلافی مسائل میں اونکا فیصلہ قابل نفاذ سمجھا
جائیگا۔ اسی فیصلہ کو حنفیہ نے اپنا دستور العمل قرار دیا اب اس فیصلہ پر طعن کرنا اہل حدیث کی شان
سے بعید ہے۔

ح۔ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ حسن بن مہلح بن حی الہمدانی کے روبرو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے واقعات
اور مسائل فقہیہ بیان کئے جاتے تو وہ اونکی تحسین کیا کرتے تھے۔
تخصیص التخصیص میں لکھا ہے کہ حسن بن مہلح بڑے متقی اور فقیہ اور زانہ شخص تھے
اونکے مزاج میں اس شدت کی اعتیاد تھی کہ حکام کے فسق و فجور کی وجہ سے جہد کی نماز سرشت میں
سمجھتے تھے۔ عبد اللہ بن داؤد النخعی کہتے ہیں کہ کسی جہد میں میں امامت کیا کرتا تھا ایک روز
میں نے ابو حنیفہ کی تعریف کی تب نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اونھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کے مصلیٰ سے
ہٹا دیا۔ لکھا ہے کہ اس واقعہ سے پیشتر خریجی رحمہ اللہ حسن بن مہلح کی تعریف کیا کرتے تھے اور اونکے
بعد اونھوں نے نہ اونکی تعریف کی نہ اونسے روایت کی بلکہ بدعا کیا کرتے تھے۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائین وہ مخالفین کے کہنے سننے سے امام صاحب کے سخت مخالف
تھے۔ پھر جب واقعی حالات امام صاحب کے اونکو معلوم ہو گئے تو بجائے مخالفت فقہ حنفیہ
کی تحسین کیسے لگے جسکی گواہی یحییٰ بن آدم دے رہے ہیں کیونکہ وہ خود فقیہ اور مجتہد تھے
جیسا کہ تخصیص التخصیص میں لکھا ہے التعلیق المجید میں مولانا عبد الحمید نے انساب معانی سے
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جس مسئلہ میں میں شخصوں کا اتفاق ہو تو اونکی مخالفت
سننے کے قابل نہیں کسی نے بوجہ تین شخص کون فرمایا ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور مجتہد الحسن رحمہ اللہ
ح۔ ابو نیلہ کہتے ہیں کہ محمد بن غلو نے مجھے کہا کہ تم ابو حنیفہ کا قول کسی ثقہ سے پاؤ

ہر شیخ پر اکتب فقہ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ امام صاحب کے اقوال میں اوکو تعلیم یافتہ ہیں
ہم امتی مقلدین کو نہ بھڑے دکھلانے کی ضرورت ہے۔ دلائل قائم کرنے کی اہلیج۔ اسپر بھی
فقہا سنے رہی ہیں حدیثوں سے بہت کچھ استدلال پیش کر رہے ہیں۔ جو مقلدین کے مزید یقین
کے لئے کافی ہیں۔

الحاصل امام صاحب کا تبحر علمی۔ اور ثبوت اجتہادی۔ اور سب سے زیادہ احادیث احکام کو جاننا۔
اور محدثین کے مقابلہ میں مسائل کا طے ہونا۔ اور ان کے اقوال میں احادیث کے مضامین
ہو جانا۔ اور ان کا قول سختہ اور قابل قبول ہونا جب ان کا بر محدثین کی شہادتوں سے ثابت ہو گیا
تو ان حضرات کے صدق بیانی کے اعتقاد پر ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ امام صاحب کا کوئی نقص
حدیث نہیں اور بعض اقوال جو ظاہر مخالف حدیث معلوم ہو سکتے ہیں وہ در اصل مخالف
نہیں۔

اب اور سنئے مذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی نے ابن المدینیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اکثر احادیث
کے اسناد میں کاہن ابن شہاب اور عمرو بن دینار اور قتادہ۔ اور یحییٰ بن کثیر۔ ابو اسحق۔ اور
اعمش رحمہم اللہ پر ہے پھر ان حضرات کا علم امام مالک۔ اور ابن اسحق۔ اور ابن جبر۔
اور ابن عیینہ اور سعید بن عروہ۔ اور حماد بن سلمہ۔ اور ابو عوانہ۔ اور شعبہ۔ اور سفیان
ثوری۔ اور اوزاعی۔ اور شیم رحمہم اللہ کی طرف منتقل ہوا۔ پھر ان کا علم یحییٰ بن قہطان۔ اور
یحییٰ ابن زکریا۔ اور ابی داؤد۔ اور کعبہ رحمہم اللہ کی طرف منتقل ہوا۔ پھر ان کا علم ابن مبارک
اور ابن مہدی۔ اور یحییٰ ابن آدم میں آیا۔ حاصل یہ کہ ہر طبقہ کا علم یعنی صحیح صحیح حدیثیں
منتقل ہوتی ہوئی۔ ابن مبارک۔ اور یحییٰ ابن آدم۔ اور ابن مہدی رحمہم اللہ پہنچیں۔ اور آپ
نے دیکھ لیا کہ ان تینوں حضرات نے امام صاحب کی کیسی کیسی تعریفیں کر کے فقہ کی توثیق
کی اور علامہ اور بکے مذکورہ طبقات کے اساتذہ بھی امام صاحب کے مدح اور ان کے
اجتہاد اور تفقہ کو مانتے رہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب صحیح روایتوں کا مدار انھی حضرات پر ہے
تو صحاح ستہ کا مدار انھی کی روایتوں پر ہوا۔

عزیزانہ ان حضرات کے گواہوں سے یہ تو یقیناً ثابت ہو گیا کہ فقہ احادیث کے بڑے حصہ کے

تو مخالف نہیں ورنہ یہ حضرات بجائے تعریف امام صاحب کی شکایت کرتے۔ اب رہا صحیح حدیثوں کا چھوٹا حصہ جو صحیح تہ کے سوا دوسری کتابوں میں منقول ہے۔ سو دوسرے محدثین کی گواہی سے یہ ثابت ہے کہ فقہ اوس کے بھی مخالف نہیں ورنہ وہ حضرات جنکے اسمائے گرامی کی فہرست لکھی گئی بجائے تعریف شکایت کرتے۔ ان محدثین کی توثیق سے بھی فقہ کا موافق احادیث ہونا ثابت ہو گیا۔

تلقیح میں ابن جوزی نے لکھا ہے کہ خزان علم یعنی حدیث کے خزانہ دار چہ شخص ہیں غش مالک ادعای مسعر بن کدام شعبہ۔ اور ثوری رحمہ اللہ اور ابھی معلوم ہوا کہ یہ تمام حضرات امام صاحب کے فقہ کے قائل اور مداح اور بعض تو مقلد رہے جس سے فقہ کی توثیق بخوبی ہو گئی اسلئے کہ ان خزانہ داران حدیث کی جانچ میں جب تک موافق حدیث ثابت نہ ہو ہو ممکن نہیں کہ خلاف واقع اسلئے تعریف و توصیف کر کے مخالفان حدیث کی نظر میں لپٹے آپ کو بے اعتبار بنا دیتے یہ تو ان حضرات کے کمال مرتبت اور علو شان پر دلیل ہے کہ باوجود امام صاحب کی مدح سرائی اور فقہ کی قدر افزائی کے اور محدثوں کے حملوں سے بچ گئے ورنہ نیز ان الاعتدال وغیرہ سے تو ظاہر ہے کہ بہت سے محدث صرف اسی جرم میں دائرہ عدالت سے خارج کر دئے گئے کہ وہ امام صاحب کے مقلد یا مداح تھے۔

یحییٰ ابن معین نے جو امام صاحب کی فقہ حنفیہ کی تعریفیں کیں اور مذکورہ پیش قابل بحث یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی محدث فقہ کی تعریف نہ کرنا اور صرف ابن معینؒ اوسکی تعریف و توثیق کر کے کافی تھا اسلئے کہ انکی نظر تمام حدیثوں پر تھی جیسا کہ ابن المدینی کے قول سے ظاہر ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک کسی نے یحییٰ ابن معین کے برابر حدیثوں کی روایت کی ہو۔ اور کہا کہ تمام دین کا علم او کو پہنچا ہے اور امام احمدؒ کے اس قول سے جی بھی ثابت ہے جو فرماتے ہیں کہ جس حدیث کو یحییٰ ابن معینؒ نے روایت کی وہ حدیث ہی نہیں کہافی التذکرۃ والاعمال غرناطہ اکابر محدثین کی گواہی سے ثابت ہے کہ یحییٰ ابن معین کی نظر کل حدیثوں پر تھی۔

اب غور کیجئے کہ امام صاحب کا کوئی قول ان کل حدیثوں کے مخالف ہوتا جو اس باب میں روایت ہو تو وہ کبھی فقہ کی توثیق و توصیف نہ کرتے بلکہ توہین کرنا اور تکافرض تھا۔

اس سے امیر المؤمنین فی الحدیث ابن المبارکؒ کے اوس قول کی تائید بھی ہو گئی جو فرماتے ہیں کہ جو شخص امام صاحب کی بدگوئی کرتا ہے اوس کا سبب تنگی علم ہے۔

اس لئے کہ سچائی ابن معینؒ کا سا وسیع علم ہو تو معلوم ہو کہ جو قول بظاہر کسی حدیث کے مخالف ہے وہ حدیثوں کے موافق ہے جو اس باب میں وارد ہیں اور جس کو دوسری حدیثیں معلوم ہی نہ ہوں تو وہ چند مخالف حدیثوں کو دیکھ کر ضرور بدگوئی پر آمادہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اوسکی دانست میں یہی ہو گا کہ امام صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے کہ کون مسلمان ہو گا کہ ایسے مخالف شخص کو برا نہ کہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو بعد والے بعض محدثین امام صاحب کے قول کو مخالف حدیث کہتے ہیں ان کو وہ حدیثیں پہنچی ہی نہیں جتنے موافق وہ اقوال ہیں اور اگر پہنچی بھی تو ان کا مطلب نہیں سمجھا کیونکہ احادیث کا مطلب سمجھنا کسی کا کام نہیں اس کا تصفیہ شیخ الشیخؒ اور اوزاعیؒ جہاں اللہ نے کر دیا کہ محدثین عطار ہیں اور امام صاحب طیب اور امیر المؤمنین فی الحدیث نے صاف کہہ دیا کہ حدیث فہمی کے لئے ابو حنیفہ کی ضرورت ہے۔

اب دیکھئے کہ جو لوگ بڑے غصہ سے کہتے ہیں کہ فقہ کے مسئلوں کو ماننا کہلانفاق اور حاکمیت سے کفر زیادتی ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ اگر حضرت اپنی تنگی علم اور کم فہمی پر افسوس کرتے مگر افسوس ہے کہ تنگی جو سلسلہ سے اپنا قصہ نہیں دیکھتے اور اکابر محدثین پر نفاق اور بے علمی کا الزام لگاتے ہیں۔

یہ بات اوپر معلوم ہو چکی ہے کہ پوری حدیثوں کا سرمایہ کم از کم ایک کروڑ حدیث چاہئے جسکی خیال امام احمد بن حنبلؒ نے دیا ہے اور اگر صحیح سات لاکھ حدیثیں جو امام احمد کو یاد تھیں یا ایک ہی لاکھ جو امام بخاریؒ کو یاد تھیں موجود ہوتیں تو کسی قدر مدد و تمہید کا یہ فقہ موافق حدیث ہے یا مخالف بخلاف اوس کے جن حدیثوں پر اعتماد کیا ہے وہ انصاف یہ بیان کی جاتی ہے وہ تو بہت تہیڈی ہیں جو ہر امام و محدث ابو الفیض محمد بن علی القفاریؒ نے لکھا ہے کہ بخاریؒ و مسلمؒ نے اس حدیث کا صرف چار ہزار حدیثیں ہیں وہ بھی فقط احادیث مرنہ عنین ان میں صحابہ اور تابعین کے اقوال و افعال وغیرہ بھی شامل ہیں پھر وہ بھی صرف احکام ہے، مسئلہ یہ نہیں بلکہ ان میں فصل او قصص و حکایات وغیرہ بھی مشرک ہیں اب ہر مفسر ان چند حدیثوں کو دیکھ کر فقہ کو مخالف

حدیث قرار دینا جبکہ توشیح اکابر محدثین نے کی ہے کہ قدر ظالم پیدا ہے۔ اور طرفہ بہتہ کو گوئیو بہکا
 کی غرض سے کہا جاتا ہے کہ جب کوئی حدیث مخالف مذہب یا پوچھی تو اوکو چھوڑ کر کسی امام غیر
 معصوم کی تقلید کریں تو قیامت میں خدا کو کیا جواب دیں گے۔ درست ہے خدا کے تعالیٰ کے لئے
 جواب دہی مشکل ہے نہ کہ اسے کہ محاسب کی نوبت نہ آئے ورنہ اسکا بھی جواب دینا ہمیں مشکل ہوگا
 کہ محدثین میں سے بخاری و ترمذیوں مثل معصوم بنالیہا جبکہ کتاب کو مثل کتاب آسمانی قرار
 دیکر دوسری کتابوں کو اس کے مقابلہ میں ناقص و اعتبار کر دیا کہ کوئی اہمیت قرآنی یا حدیث
 متواتر اس باب میں پہنچی تھی۔ اگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری کو دین میں وجاہت حاصل
 اور اتنا بے غی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ خدا کے تعالیٰ کے محبوب ہیں تو میں امید قوی
 ہے کہ اگر یہ جانا خیالی جہم اور قابل باز پرس بھی ہو تو جاری خوش اعتقادی کے باعث ہماری
 شفاعت دو کریں گے۔ اسی طرح امام اعظم کو اکابر محدثین کے کھنجر اپنے اور خدا سے تعالیٰ
 کے درمیان میں جو واسطہ قرار دیا وہ میں بھی تو میں بڑی بڑی ایسے دین ہیں۔ اور بڑے اعدا تو ہمارا
 یہ ہو گا کہ امام بخاری نے کل صحیح حدیثوں کو جمع کر کے ہم تک پہنچایا یہی نہیں انہوں نے بلکہ
 کل محدثین نے لاکھوں صحیح حدیثوں کو تلف کر دیا اور محدثین ہی کی گواہیوں سے ہمیں ظن غالب
 ہو گیا تھا کہ امام صاحب نے حدیثوں کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کے تعالیم کو فقہ میں ہمارے
 لئے محفوظ کر دیا تھا۔ اس لئے ہمنہ اذ کی تقلید کی۔

اگرچہ کہ امام صاحب کو دین میں علیٰ اور جہ کی وجاہت حاصل ہے اور خدا کے تعالیٰ کے محبوب
 ہیں یقین ہے کہ ہماری خوش اعتقادی سے ہماری شفاعت ضرور کریں گے اور میں یہ بھی
 یقین ہے کہ انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ ہفتھائے انا سندھن عبدی بی حق تعالیٰ انکی شفاعت
 کو قبول بھی فرمائیگا۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

اب غور کیجئے کہ جب خزانہ حدیث اور جامع کل احادیث اور وہ حضرات جن پر احادیث جمعیہ کا
 علم ہے اور وہ سے صدائے شیعہ محدثین اپنے اپنے شاگردوں سے فقہ حنفیہ کی تعریف توشیح
 بیان کرتے ہوئے کس سرعت سے وہ بلاد اسلامیہ میں پہنچ گئی ہوگی۔ کیونکہ اسلامی شہروں میں کئی
 ایسا خیال نہیں کیا جاسکتا جسکے سرورہ محدثین ان حضرات کے فیض صحبت سے محروم نہ رہتے ہونگے

کیا اتنی کہلی دلیل اور واضح قرینہ کے بعد بھی یہ کہنا صحیح ہو گا کہ فقہ حنفیہ ابو یوسف کی قضائیت کے باعث مشہور ہوئی جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے۔

مرکب - سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ اوائل میں خیال کیا جاتا تھا کہ ابو حنیفہ کی رائے کو فقہ کے بنیاد سے تجاوز نہ کرے گی مگر تھوڑی مدت میں آفاق میں پہنچ گئی۔

بنیان بن عیینہ وہ شخص ہیں کہ تذکرۃ الحفاظ میں ان کو علامۃ الحفاظ الامام الحنفیہ ابو یوسف العابدی القدری القدری کہا ہے۔ اور لکھا ہے کہ انہوں نے ستر حج کئے اکثر لوگ انہی کی

ملاقات کے خیال سے حج کو جایا کرتے اور ان کے پاس خلق کا ہجوم رہتا تھا امام احمد کہتے ہیں کہ اب اسے زیادہ حدیث جاننے والا میں نے نہیں دیکھا، فقہ کی غیر معمولی شہرت جو ابن عیینہ بیان فرماتے ہیں کوئی قابل تعجب بات نہیں۔ اس لئے کہ قطع نظر اور اسباب شہرت کے صرف ایسے

جس کا القدر امام مرجع انام کا فقہ کی توثیق کرنا ایک قوی ذریعہ ہے۔ دیکھئے جب محدثین صرف اپنی روایات کے لئے حج کو جایا کرتے تھے تو اور حجاج اور محدثین ان کی ملاقات کو یہی نعمت غیر مترقبہ تھی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بلاد اسلامیہ میں کوئی شہر ایسا نہ ہو گا جس کے لوگ جوق جوق نہ جاتے ہو

پہنچے وہ امام صاحب کے اعلیٰ درجہ کے صاحب تھے چنانچہ سابقا معلوم ہوا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا سبب اپنے زمانہ میں بے نظیر شخص تھے اور جب کو فقہ کی ضرورت ہو امام صاحب کے اصحاب کی سمیت منتہیٰ آکر سے تو خود کیجئے کہ کس عمرت سے فقہ حنفیہ کی شہرت بلاد اسلامیہ میں ہوئی ہوگی بہر حال

ذرا یہ سوچو کہ اس عمر میں فقہ حنفیہ کو وہ شہرت ہوئی کہ محدثین کو رشک نہ لگا چنانچہ صرف اس غرض سے کہ فلسفہ طریقت کو لوگوں کی توجہ پھیر دینا بعض محدثین نے حدیثین بناؤ البین جس کا حال اور یہ معلوم ہوا کہ ابونعیم کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی مجلس میں دن بھر اور رات کے ایک حصہ میں طلبہ کا ہجوم رہتا تھا اور لوگ طوعاً و کرہاً ان کے متقار ہوتے جاتے تھے۔

ابونعیم کے ترجمہ میں تذکرۃ الحفاظ میں امام احمد کے کا قول نقل کیا ہے کہ وہ شیوخ و انساب اصحاب کو سب سے زیادہ دانتے تھے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اس سے اور عفان سے افضل شخص میں نہیں پایا۔ احمد بن صالح کہتے ہیں کہ اس سے اصدق میں نے نہیں دیکھا۔

اس سے کچھ آگے جلیل القدر اصدق محدث کی گواہی سے ثابت ہے کہ لوگ طوعاً و کرہاً امام صاحب

منقاد ہوتے جلتے تھے جسکی وجہ بھی انہوں نے اشارۃ بیان کر دی کہ ہر وقت لوگوں کا ہجوم
اوسکے یہاں رہا کرتا تھا۔ کیونکہ امام کی تقریر سننے کے بعد اہل انصاف کے دلوں میں ضرور اچھا
کیفیت پیدا ہو جاتی تھی جس سے وہ منقاد ہو جلتے اور کثرت کی بھی پہچان دیتے۔ اس سلسلۃ
کا مفہوم سوائے تقلید کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ رہا طوعاً و کرہاً منقاد ہونا سوائے اس کا مطلب
یہ نہیں ہو سکتا کہ امام صاحب زبردستی سے او کو اپنے مقلد بناتے تھے کیونکہ امام صاحب کو قسم
کی حکومت نہ تھی بلکہ اوس کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب کے دلائل ایسے محکم ہوتے تھے کہ کسی
انکار کرنے کی مجال نہ تھی اسلئے قوت دلائل کے مقابلہ میں مجبور ہو کر امام صاحب کے قول کو
تسلیم کرنا پڑتا تھا۔

محمّد یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ اگر ابو حنیفہ کو دنیا کا کوئی لگاؤ ہوتا تو باوجود حاسدوں کی کثرت
کے اوسکا کلام آفاق میں پورے طور پر نافذ نہ ہوتا۔ اس سے یہی ثابت ہے کہ تمام آفاق یعنی بلاد
اسلامیہ میں فقہ حنیفیہ ہی کی تسلیم کی جاتی تھی۔

یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ امام صاحب کا مذہب منتھائے بلاد اسلامیہ تک کیونکر شائع ہوا
اکابر محدثین نے کیوں او کی تقلید کی۔ نہ امام صاحب کا ذاتی تسلط تھا نہ سلطنت کی طرف سے
او کو کسی قسم کی مدد ملی بلکہ حکومت او کی دشمن تھی جس کی وجہ سے وہ قید ہوئے اور فتویٰ دینے سے
روک دئے گئے تھے۔ ایسی بکسی کی حالت میں او کے فتویٰ اور فقہ کو فروغ غنہوں کی کیا صورت
تھی۔ سب سے بڑا اسکے کوئی بات نہیں تھی کہ او کے صدق و اخلاص و قوت دلائل نے اکابر دین کی حق پسند
طبیعتوں میں پورا اثر کیا جس سے وہ بغیر فرمایش و درخواست کے او کی تقلید کی۔

محمّد یحییٰ بن یحییٰ قنغان کہتے ہیں کہ جب مسائل کی ضرورت لوگوں کو ہو وقت پڑتی ہے او کو بیان لڑو
سوائے ابو حنیفہ کے نہ کوئی دوسرا شخص نہیں او اہل میں او کی یہ حالت تھی۔ لیکن بہت جلد او کا
سمانہ اس وجہ تک پہنچ گیا اور سرعت سے ترقی ہوئی۔

محمّد یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ وہ نہ کی سجدہ فقہ سے بھری ہوئی تھی ابن ابی سیلی اور ابن شبر
اور حسن بن صالح اور شریک جیسے فقہا کثرت سے تھے لیکن ابو حنیفہ کے مقابلہ میں او کی کساد
بازاری ہوئی اور ادھنی کے اقوال پر خلفا اور حکام اور ائمہ قریہ لگے اور تمام بلاد میں

اوپر کے اقوال دائر سائر ہوئے اور اسی پر عمل قرار پایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسی وقت تمام اسلامیہ میں عموماً امام صاحب کی تقلید اور فقہ حنفیہ پر عمل تھا۔ اور ہر چند عاصدین نے فکریں کیا۔ فقہ حنفیہ کو فخر پہنچائیں مگر نہ ہوسکا چنانچہ کردی اور موثق رہنے لگا ہے کہ فتح بن عمر اللہ کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں نضر بن شہیل رحمہ اللہ میں تھے میں بھی وہاں تھا وہاں کے بعض محدثین کمال تعصب سے امام صاحب کی کتابیں نہ جاری میں۔ جملواؤ الدین۔ یہہ بن خالد بن جیح قاضی یہہ بن جیح وہ اور ان کے قرابت و احب میں پاپس سے زیادہ ایسے تازہ اشخاص تھے کہ خدمت تضاہ رکھتے تھے۔ سوار ہو کر فضل بن ہبل کے یہاں گئے اور ان کے ساتھ ابراہیم بن رستم اور سہ مزاحم بھی تھے سب نے فضل سے اس باب میں استغاثہ کیا انہوں نے خلیفہ مامون کی خدمت عرض حال کی۔ مامون نے پہنچا وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے یہہ تقدی کی۔ کہا کہ عمر گو سہر اسحق بن راہویہ۔ احمد بن زہیر۔ اور فضل ہیں مگر نضر بن شہیل بھی ان کے ساتھ ہیں۔ حکم ہوا کہ جاتوں۔ کہ تو ان کو مناظرہ کے لئے دربار میں حاضر رکھو میں خود دیکھوں گا کہ کس کی حجت قوی اور خود میں فیصلہ کروں گا۔ یہہ خبر اسحق اور ابو کی جماعت کو پہنچی اور وہوں نے مشورت کی کہ گفتہ کون کرے گا نضر بن شہیل نے خلیفۃ المسلمین کے مقابلہ میں نہ کلام میں تاب ایا سکتے ہیں نہ عین آخر یہہ راستہ اختیار کیا کہ حملابن زہیر گفتہ گو کریں۔ وقت مقرر ہو جب دونوں جماعت حاضر و بار ہو میں خلیفۃ المسلمین برآمد ہوئے اور سید رسالہ کر کے نضر بن شہیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ او یہہ چنانچہ اب لوگوں نے ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو کیوں دیکھوا یا۔ نضر بن شہیل کچھ جواب نہ دیا۔ احمد بن زہیر نے کہا۔ امیر المؤمنین کیا مجھے بات کرنی کی اجازت ہے فرمایا ان سے بات کر سکتے ہو تو کرو۔

کہا ہے کہ ان کتابوں کو قرآن و حدیث کے مخالفت پایا۔ فرمایا کس مسئلہ میں۔ احمد بن زہیر خالد بن جیح سے ایک مسئلہ پوچھا کہ ابو حنیفہؒ کا اس میں کیا قول ہے۔ انہوں نے زہیر احمد نے اس کے خلاف میں ایک حدیث پڑھی۔ یہہ سکر خود مامون نے امام صاحب کے اس کی تائید میں کئی حدیثیں پڑھیں جن کو وہ لوگ جانتے بھی تھے۔ جب بہت دیر گزشتہ اور وہ ساکت ہو گئے تو انہوں نے کہا اگر فقہ کو ہم مخالف کتاب اللہ اور سنت رسو

صلی اللہ علیہ وسلم پستے تو اوپر عمل کرنے کی اجازت نہ دیتے پھر فرمایا خبردار اسنہ کہ جس کی حرکت نکڑا اگر تم میں یہ بزرگ نہ ہوتے تو تم لوگوں کو میں ایسی سخت سزا دیتا کہ میں نہ بھولی جاتی اور اس کے بعد خلیفۃ المسلمین مامونؒ نے ایک مجلس کی جس میں دو سو فقیرہ لاکھ تھیں کہ کوئی اون میں سے مر جائے تو تجیل کی جاتی اس مجلس کے کل کارکن اجلاس شاہی میں ہر شب حاضر ہا کرتے تھے یا اتھنی۔

معلوم نہیں نصر بن شہیل یہ کو حاسدون نے کس تدبیر سے اپنے ساتھ کر لیا تھا اور یہ وہ تھا کہ اس کے مداحن میں ابن ہر حال اس موقع میں بھی منجانب اللہ فقہ کی تائید نہ تھی۔ اور خود خلیفۃ المسلمین کو وہ حدیثیں یاد آگئیں جن کی اس معرکہ میں ضرورت تھی۔ ان انصاف اکابر محدثین کے اقوال و افعال کو جو امام صاحب سے متعلق بیان کئے گئے ہیں پیش نظر رکھ کر غور کریں تو یہ بات سب سے ہو جائیگی کہ ان حضرات کی خوش اعتقادی کا اثر ان کے اربع اور احباب میں ضرور ہوا جس سے امام صاحب کو انہوں نے مقتدا مان لیا۔

یہ بات پر شدید نہیں کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب جبکی تعریف یا شکایت کرتے ہوئے تقریباً کل ہر مذہب و تہذیب میں وہ بات مسلم ہو جاتی ہوگی۔ اس طرح ابن تیمیہؒ کے اقوال کا ایک جماعت پر یہ اثر ہے کہ علیٰ کو شیطان بنا دینا ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ کیا عیش و اداعی و کسب۔ اور ابن مبارک رحمہم اللہ وغیرہ محدثین کے اقوال کا اثر ان صاحبوں کے اقوال کے برابر بھی نہ رہا حالانکہ ان حضرات کے اقوال پر تمام اہل سنت و جماعت کے اعتقادات کا مدار ہے۔

غرض کہ اہل حق نے جس طرح احادیث کو انہی حضرات کے اعتقاد پر بیان لیا تھا امام صاحب کی مقتدا ہونے کو بھی انہی حضرات کے اقوال سے تسلیم کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اور یہ زمانہ سے اب تک قرابہد قرن لاکھوں علما اور مسلمان امام صاحب کی تقلید کرتے آئے ہیں اور اس تواتر سے وہ ہم مذہب ہم فکر ہو چکا۔

اب یہ سمجھئے جو کہا جاتا ہے کہ مذہب خفیہ ابو یوسف صاحب کی خدمت تھانہ کے دباؤ سے شائع ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ خبر جھوٹ ہے اور یہ بے قدری ہے۔ ادنیٰ تامل سے یہ معلوم ہو سکتا ہے

کایہ قول ایسا ہے جیسے بعضے کہا کرتے ہیں کہ اسلام پرورشِ شمشیر پہلا آگیا معاذ اللہ اسلام فی نفسہ نہ اس پر زور دین ہے کہ جس کو عقل سلیم ہو اور اصول دین سے واقف ہو جائے مگر نہیں کہ اسلام کو قبول نہ کرے۔

غرض کہ بہت سی روایتوں سے ثابت ہے کہ مخالف فقہ عندول ہوتے گئے اور فقہ حنفیہ کی شہرت جس بے بلا د اسلام میں بہت جلد بلکہ امام صاحب ہی کے زمانہ میں ہو گئی اور اس کے اسباب مختلف ہوئے۔ ایک سبب یہ تھا کہ نئی بات ہونے کی وجہ سے اکابر محدثین اس کی تحقیق کی طرف متوجہ ہو اور بعد تحقیق جب اس کی توثیق کی تو واسطاً الناس اور عوام نے اس کو قبول کر لیا۔ شش دین دوسرے حاسدوں نے اس خیال سے کہ لوگ بدظن ہوں نئی نئی فقہ کی باتیں پہنچانے میں کوتاہی کریں۔ جنکو جانچ کر محدثین نے مان لیا۔ غرض دوست دشمن نے نہایت سرگرمی سے قانونِ امتحان نامی بلا د اسلام میں فقہ حنفیہ کو پہنچا دیا۔

تیسرے اکابر محدثین صلی اللہ علیہ وسلم امام صاحب کے اقوال پر فتویٰ دیے اور تقلید کی جن میں سے چند محدثین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اب یہاں قابلِ توجہ یہ بات ہے کہ فقہ جبرائیل قسم کے اعتراض کئے جاتے ہیں کوئی نئی چیز نہیں آئی یہ وہی فقہ ہے جو امام صاحب ہی کے زمانہ میں علماء کے جلسوں میں پیش ہو گئی تھی اس کو دیکھ کر طرف چڑیگوں میں ہر ہی شخص اس کو حاسدوں نے امام صاحب کی مذہبی کا ذریعہ بنا رکھا تھا اس کو دیکھ کر کوئی کہتا تھا کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں کوئی کہتا تھا وہ حدیث جانتے ہی نہیں اس وجہ قیاس کیا کرتے ہیں۔ اس کو پیش کر کے طالبین حق کو ادنیٰ صحبت سے روکتے تھے کوئی ان کو بدعتی کہتا کوئی مرجی قرار دیتا اور خدا جانے اس کے سوا کیا کیا الزام لگاتے تھے مگر الحمد للہ اسی زمانہ کے متدین اہل حدیث نے جو تقریباً کل بعد اسے محدثین کے اساتذہ اور معتد علیہم جمیع اہل سنت و جماعت کے ہیں ان افرادِ فاضلہ کو رد کر کے اس مطلعون فقہ کو ہتھ اور قابلِ اعتماد بنا دیا۔ اور معتد نہیں کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ حاسد اور کم علم اور بے سمجھ لوگ ہیں اور بدعت زبانی گفتگو کو نہیں بلکہ تفتاہد کر کے علما ثابت کر دیا کہ فقہ حنفیہ تمام باتیں حقیقہ ہے۔

یہ بات اور پر معلوم ہو چکی ہے کہ وکیل رح اوائل میں امام صاحب کے سخت مخالف تھے یہاں تک کہ نجد میں بسنے کا کرتے تھے کہ اگر تم لوگ فقہ حدیث سیکھ لو گے تو اوصحاب الراسے تم پر پڑا نہ آئیگی مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ ایک بار وکیل رح کے پاس بیٹھے تھے اور اوصحاب الراسے سے بھی ایک شخص موجود تھا وکیل رح نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا ہے اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ یہ مشابہ ہے اوس شخص نے کہا ابوحنیفہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ اشعار مثلاً ہے۔
 سائب کہتے ہیں کہ وکیل رح سنتے ہی غضبناک ہو گئے اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نے کہا۔ تم اس قابل ہو کہ قید کر دے جائیں اور جب تک اس اعتقاد سے توبہ نہ کریں رہنا نہ کہئے جائیں۔

دیکھئے ایسی جزارت و اسے محدث جب امام صاحب کے حالات اور طریقہ اجتہاد و مطالعہ ہو تو اس قدر اوج کے معتقد ہو گئے کہ یہہ آرزو کرنے لگے کہ امام صاحب کے تفتہ کا عشرہ وہی اپنے کو حاصل ہو جائے۔ اور اہل حدیث سے کہا کرتے تھے کہ جب تک تم اصحاب ابوحنیفہ کے ساتھ نہ بیٹھو اور وہ انکے اقوال کی تفسیر نہ بیان کریں تم میں سمجھ نہ پیدا ہوگی اور حدیث کا سننا کچھ نفع نہ دیکھا۔ اور خود بھی امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔

اب غور کیجئے کہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دینے کے معنی اس لئے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ جس طرح علمائے حنفیہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں وہ بھی دیتے تھے اور ان کے جیسے مقلد تھے۔

تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں لکھا ہے کہ سحیحی قطان ابوحنیفہ رح کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے یہی وہ شخص تھے کہ جب گفتگو کسی مسئلہ میں کرتے تو فقہا کو ساکت کر دیتے تھے کہ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ سحیحی بن آوہم جوفہ رجال کے عالم اور انکے اقوال کو خوب جانتے تھے۔ فقہ اور حدیث سے بہت واقف تھے۔ اون کا میلان ابوحنیفہ رح کی طرف شدت تھا۔ امیلان سوا اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کے قول پر

فتویٰ دیتے ہو گئے۔

ک حسن بن عرفہ کہتے ہیں کہ ہم جھوٹ نہ کہیں گے فقہ میں ہمارے امام ابو حنیفہ ہیں۔
تختہ زیب التحذیب میں حسن بن عرفہ کا حال لکھا ہے کہ وہ ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ
وغیرہ کے استاد تھے۔ یحییٰ بن معین وغیرہ نے ان کو صدوق کہا ہے۔

دیکھئے ایسے مستند شیخ کی نسبت جھوٹ کا خیال کیونکر ہو سکتا تھا مگر ان حضوں نے دیکھا کہ محدثین
جو امام صاحب سے ہنگام ہیں کہیں مبالغہ پر اپنا کلام محمول نہ کریں۔ اس لئے تصریح کر دی کہ
امام صاحب کو جو ہم امام کہتے ہیں وہ جھوٹ نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بھی
امام صاحب کے مقلد تھے۔

ک مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ میں نے تابعین اور اہل ان کے بعد کے لوگوں کو
دیکھا مگر ابو حنیفہ کے جیسا شخص نہیں دیکھا جس کو اونکی سی بصیرت اور ادراک غوامض ہو۔ وہ
امام صاحب کے قول پر فتوے دیتے اور کہتے کہ یہ شیخ کوئی کا قول ہے۔

م عبد العزیز واد پر کوئی سلسلہ شکہ ہوتا تو امام صاحب سے لکھ کر پوچھ لیا کرتے۔
تختہ زیب التحذیب میں عبد العزیز کے حال میں لکھا ہے کہ ابن مبارک کہتے کہ خود
اطہی کا اون پر یہ غلبہ تھا کہ وہ باتیں کرتے اور اشک اون کے رخساروں پر جاری رہتے تھے
اشعث بن حرب کہتے ہیں کہ اونکی حالت سے یہہ نمایان تھا کہ قیامت اون کے
پیش نظر ہے۔

اب قیاس یہ سمجھئے کہ دین بن نگر کہ قدر احتیاط ہوگی۔ ایسے محتاط شخص جب ہر بات میں
امام صاحب کے قول پر عمل کرتے تھے تو غور کیجئے کہ فقہ حنفیہ میں کس قدر احتیاط ملحوظ ہے۔
اسکا انکار نہیں ہو سکتا کہ اس زمانہ میں بڑے بڑے محدثین اور فقہا مثل امام مالک و شافعی
وغیرہ موجود تھے مگر ان کو امام صاحب ہی کے علم پر اعتماد تھا اس وجہ سے وہ ہر مسئلہ امام صاحب
سے پوچھ کر اس پر عمل کرتے تھے۔ اسی کا نام تقلید شخص ہے جس کو آخری زمانہ والے

نہ بولتے ہیں کہ
م جریر بن عبد الحمید کہتے ہیں مغیرہ نے کسی مسئلہ میں فتویٰ دیکر کہا کہ یہ بات

پہنچی ہے کہ وہ جوان خزانہ جو دار عمر بن حرث مین رہتا ہے یعنی ابو حنیفہ اوسکا بی بی قول ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ جب مغیرہ کوئی فتوے دیتے اور لوگ اون سے جھگڑتے تو وہ کہہ دیتے کہ یہ قول ابو حنیفہ کا ہے ۱۱ انتھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نام سنکر جھگڑنے والے خاموش ہو جاتے تھے۔ یہی حال امام کی شہرت ہو گئی تھی اور محدثین کہا کرتے تھے کہ اون کے جوابات ہوتی ہے پختہ ہوتی ہے اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مغیرہ رحمہ الام صاحب کے مقلد تھے۔

ام ابو معاویہ کہتے ہیں کہ ہمارے کشید رخ فتویٰ تو دیتے مگر اون پر عصیت طاری رہتی تھی پھر جب سنتے کہ ابو حنیفہ بھی یہی فتویٰ دیا ہے تو خوش ہو جاتے راوی نے ابو یوسف کو چھاؤ کون لوگ ہیں کہا اون مین سے ایک ابن ابی لیلیٰ ہیں میں نے ابن ابی لیلیٰ باوجودیکہ امام صاحب کے سخت مخالف تھے مگر اونکی بھی نظر امام صاحب ہی کے فتوے کی طرف لگی رہتی تھی اور بجائے اس کے کہ مخالفت کا کوئی اثر اوس پر ڈالین اوس سے مستفید ہوتے تھے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کا قول کس قدر مستحکم ہوتا ہے۔

ام ص ایکبار ابو امیہ جریری جو امام صاحب کے زمانہ مین اہل جزیرہ کے امام تھے اونکے کسی نے فتویٰ پوچھا اونھوں نے اپنے اجتہاد سے جواب دیا۔ کہیں اوس جلسہ مین ابو حمزہ بھی بیٹھے تھے جو امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ اونھوں نے کہا حضرت اسکا یہ جواب نہیں بلکہ امام صاحب نے یہ جواب دیا ہے۔ یہہ سنتے ہی اونھوں نے مستغنی کو بلا دیا۔ اور اپنا فتویٰ واپس لیکر امام صاحب کے فتویٰ پر فتویٰ دیا ۱۱ اس سے ظاہر ہے کہ اونھوں نے امام صاحب کی تقلید کی۔

صک عیسیٰ بن یونس رحمہ الام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے ۱۱ عیسیٰ بن یونس وہ شخص ہیں کہ حلو۔ اور ابن مدینی جیسے اکابر محدثین اونکے شاگرد ہیں۔ کل صحاح ستہ مین اونکی روایتیں موجود ہیں کما فی الخلاصہ۔ ایسے جلیل القدر امام الحدیث امام صاحب کے مقلد ہیں۔

ک۔ عبد اللہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مسجد الحرام میں ایک مسافر شخص سے مناظرہ کیا جس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے پھر پوچھا تم کس شہر کے ہو کہا طنجہ کے جو بلاد مغرب کی انتہا پر ہے اور اس کے پچے اسلام نہیں بیان کے وہ مقام تخمیناً ڈیڑھ ہزار فرسخ پر واقع ہے۔ کہا یہہہ دقیق مسائل تمہارے یہاں کہاں سے آگئے کہا ابو حنیفہ کی کتاب میں ہاں یہاں پہنچ گئی ہیں اور امام مالک اور اوزاعی رحمہ اللہ کے اقوال بھی وہاں بیان کئے جاتے ہیں لیکن شامی ابو حنیفہ کی رائے پر دیا جاتا ہے۔

اسکو تالیف مجانب اللہ کہتے ہیں دیکھئے باوجودیکہ امام مالک اور اوزاعی رحمہ اللہ کی جلالت شان پر شیخ نہیں اور اویسی زمانہ میں وہ استاذ الاساتذہ مانے جاتے تھے۔ اور امام صاحب کی کتاب بیان کے ساتھ ان کے اقوال بھی وہاں پہنچ گئے تھے مگر تسلیہ امام صاحب ہی کی کی گئی اس کا وہی سبب تھا جس کی تشخیص بھی بن آدم رہنے کی کہ امام صاحب کے حلقوں نے ان کے کلام کو آفاق میں پورے طور پر نافذ کر دیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔

یہ روایت اور کچھ لکھی گئی کہ اعمش ہم جب حج گو گئے اور امام صاحب بھی وہاں موجود تھے تو اعمش نے امام صاحب پر فریضہ کی کہنا مسک جج کے مسائل غلط کرنے کے لئے لکھ دین اور اپنے شاگردوں سے بھی فرمایا کہ وہ مسائل لکھ لیں۔

دیکھئے اعمش رحمہ اللہ تابعین میں مریا اور وہ شخص ہیں امام صاحب نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کان الاحمض احد خطیب الحدیث و احکمہم بالقرآن و اداسا فی العلوم النافع والعل الصالح۔ ایسے جناب انہی زبانی نے جتنا و تمام محدثین سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں اور فرائض سب سے زیادہ جانتے تھے۔ اسلامی ایک فرض اور گزرا عظیم بیٹھے جج۔ کے تمام مسائل میں امام صاحب کی تقلید کی تو اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ امام صاحب کی نظر فن حدیث میں کیسی وسیع اور قوت اجتہاد کی کس درجہ قابل وثوق تھی۔

اعمش کی اس تقلید سے علاوہ اسکے کہ امام صاحب کی جلالت شان ظاہر ہو چکا تھا امت مسلمہ کو یہ افتخار حاصل ہے کہ وہ ایسے امام کے متقدمین جن کی تقلید کو ایک جلیل القدر

تا بعدی شیخ الشیخ نے ضروری سمجھا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث نہی کوئی اور ہی چیز ہے اور جسکی طرف انکا برعکس نہیں محتاج تھے۔ اسی وجہ سے ابن مبارک رحمہ نے فرمایا ہے کہ انا، وہ حدیث تو ضروری ہیں مگر ان کے لئے ابو حنیفہ کی ضرورت ہے۔

سبھی بن معین رحمہ کا قول بھی نقل کیا گیا کہ الفقہ فقہ ابی حنیفہ علیہ اکت الناس یعنی معتبر فقہ ابو حنیفہ رحمہ کی ہے اسی پر میں نے لوگوں کو پایا ہے یہ سب بن معین رحمہ ہیں کہ امام محمد بن حنبل رحمہ ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ جس حدیث کو سبھی نے جلتے ہوں وہ حدیث ہی نہیں اس کے سوا اور بھی اقوال مذکور ہو چکے ہیں۔

اب غور کیا جائے کہ جب تمام دنیا کی حدیثیں ان کو یاد تھیں تو تمام نہیں تو اکثر علماء سے تو ان کو ملاقات ضرور تھی کیونکہ اوس زمانہ میں حدیثیں رجال ہی سے لی جاتی تھیں پھر جب ادا سرکت علیہ الناس کہ رہیں تو اوس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں ہوسکتا کہ جاہلون کو انہوں نے فقہ پڑھتے پڑاتے دیکھا تھا کیونکہ وہ فقہ کی تعریف میں یہ جملہ کہہ رہے ہیں ایسے موقع میں جاہلون کے قول و فعل سے استدلال کرنا عقل کے بالکل مخالف ہے جاہلون کو طرف وہ امور منسوب کئے جاتے ہیں جنکی تو بین مقصود ہوتی ہے۔ اس دلیل سے یہ ماننا بڑی گناہ کہ علیہ ادا سرکت الناس سے انکی مراد آپ کے اساتذہ اور علما ہیں جن سے انکو ملاقات تھی اور ان کے پورے کلام کا مطلب یہ ہوا کہ یوں تو فقہ اور ان کی بھی ہے مگر معتبر فقہ چھوٹا تو ابو حنیفہ کی ہے اور یہ فقہ طبرستہ کے نہیں بلکہ علماء اور شیوخ کے ایک جم غفیر کو میں نے اسی فقہ پر پایا ہے۔

اب غور کیجئے کہ جب اوس زمانہ کے علماء اہل علم فقہ حنفیہ پر عمل کرتے تھے تو اگر یہ کہا جائے کہ اسی زمانہ میں اجمل ہو گیا تھا کہ فقہ حنفیہ موافق حدیث ہے تو کیا نقصان۔ یہاں شاید یہ شبہ ہو گا کہ اوس زمانہ میں بعض علماء فقہ حنفیہ کے مخالف بھی تھے تو اوس کا جواب یہ ہے کہ مخالف یا حامد تھے یا کم فہم جیسا کہ ابن مبارک وغیرہ محدثین رحمہم اللہ کی تصریح سے ثابت ہے اور براہیم بن رستم نے تصریح کی ہے کہ جو شخص گمان کرے کہ میں ابو حنیفہ

سے مستغنی ہوں وہ جاہل ہے۔ غرض کہ جہاں کم فہم اور حاسدوں کے قول قابل اعتبار نہیں ہو سکتے اس وجہ سے ابن معین رحمہ اللہ نے علیہ السلام کے الناس مطلقاً کہہ دیا۔ اور قطع نظر اس کے امام صاحب کے مخالف بھی آپ کے اقوال کا انکار نہیں کر سکتے تھے جیسا کہ ابو نعیم رحمہ اللہ کے قول سے معلوم ہوا کہ لوگ طوعاً و کرہاً ان کے منقاد ہوتے جاتے تھے چنانچہ الانتصار میں یحییٰ بن آدم کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے بہت سارے سائل میں نے شریک سے سنیے جو ان سے روایت کیا کرتے تھے کسی نے کہا ان کو تو ابو یوسف کا قول پسند تھی کہا پسند تھی اور سننا بھی کرتے تھے لیکن حسد کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ "اتھمی۔

اس سے ظاہر ہے کہ گو وہ مخالف تھے مگر امام صاحب کے اقوال کو ماننے ضرور تھے۔ غرض کہ موافق مخالف سب فقہ حنفیہ کو تسلیم کر رہے یہاں تک کہ اقصائے بلاد مغرب تک فقہ حنفیہ شائع ہو گئی۔

اہل انصاف یہاں غور فرماویں کہ فقہ حنفیہ کی نسبت جو یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے "علیہ السلام کے انصاف" کہا اور یحییٰ بن آدم نے کہا "علیہ السلام کے استقر لاہر" جو سابقاً نقل کیا گیا۔ ان اقوال کا مطلب سوائے اسکے اور کیا ہو گا کہ اس زمانہ میں فقہ حنفیہ پر اجماع ہو گیا تھا پھر جو بات ایسے دو گواہ عادل کی گواہی سے ثابت ہو گیا وہ قابل اعتماد نہ ہوگی۔ جب ہمارے زمانہ میں معمولی دو گواہوں کی گواہی سے قصاص ثابت ہو جاتا ہے تو ان کا برا در شیعہ محدثین کی گواہی سے اتنی بات بھی ثابت نہ ہوگی کہ اس زمانہ میں فقہ حنفیہ پر اجماع ہو گیا تھا ہم یہ نہیں کہتے کہ فقہ حنفیہ پر اجماع ہونے کے بعد فقہ شافعیہ وغیرہ قابل اعتنا نہیں۔ کیونکہ وہ دور مسئلہ ہے بلکہ ہمارا مطلب صرف یہاں اسی قدر ہے کہ ایک ایسے زمانہ میں کہ محدثین کے شیعہ بکثرت موجود تھے اور احادیث کی تحقیق و تنقید کا بازار گرم تھا۔ کوئی بے اصل بات روانہ نہیں پاسکتی تھی۔ ایسے شباب علم حدیث کے زمانہ میں فقہ حنفیہ پر محدثین وغیرہ علماء کا اجماع ہونا اس بات پر دلیل بنتا ہے کہ وہ مخالف حدیث نہیں۔

تھذیب التھذیب میں حماد بن دلیل ابو زید مدائنی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ صحابہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تھے۔

اگرچہ اسی میں امام احمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے، کہ وہ صاحب اے بن صاحب حدیث نہیں ہیں یہ بھی لکھا ہے کہ ابن معین اور ابن جبان وغیرہ نے اونکی توثیق کی ہے اور ابو داؤد میں اونکی روایت موجود ہے۔

مک خلف ابن ایوب سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا اور انھوں نے کہا ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا اوس میں یہ قول ہے اوس نے کہا پھر آپ کیا فرماتے ہیں کہا میں ایسے شخص کو نہ قبول کہہ رہا ہوں جو لوہے کے پہاڑ میں اور تومیرا قول پوچھتا ہے۔

امام صاحب کی استدلال عظمت اہل کے دل میں تھی کہ اہل کے قول کے مقابل اپنا قول بیان کرنا بھی ناگوار تھا اور اسی پر فتویٰ دیا۔ اونکی اس تقریر بالغہ ہمیز سے صاف ظاہر ہے کہ وہ امام احمد کے مقلد ضرور تھے۔

تہذیب التہذیب میں شعب بن اسحاق کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ امام صاحب کے مقلد تھے، شعب وہ شخص ہیں کہ اسحاق ابن راہویہ اور لیث ابن سعد جیسے اہل شام میں ایک محدثین نے اونکی توثیق کی ہے۔ اور اسی اوکو اپنے نزدیک جگہ دیا کرتے تھے۔ بخاری مسلم وغیرہ میں اونکی روایتیں موجود ہیں کما فی التہذیب التہذیب۔

اب انصاف کیجئے کہ حنفی مذہب سبب اصل ہوتا جیسا کہ اس زمانہ کے بعض مولوی کہتے ہیں تو ایسے جلیل القدر محدث یہ مذہب اختیار کرتے۔

یہ روایت اوپر لکھی گئی کہ ابی بن ابراہیم حدیث اور فقہ میں امام صاحب کے شاگرد تھے اور حنفی مذہب میں نہایت متعصب تھے۔ ایسے جلیل القدر محدث جنکی شاگردی پر امام بخاری کو ناہنسہ جب حنفیت میں متعصب ہیں تو ہم لوگ کیوں مورد طعن بنائے جاتے ہیں۔

یہ روایت بھی اوپر لکھی گئی کہ توبہ بن سعد امام صاحب کے قول کے مطابق فیصلہ کیا کرتے اور کہتے کہ وہ میرے اور میرے پیارے کے درمیان ہیں۔ توبہ شخص ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے آراء کرتے تھے کہ اہل کے جیسا کہ ابی ایک شخص اپنے یہاں ہوتا۔

یہ روایت بھی اوپر لکھی گئی کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ امام صاحب کے اقوال اور انکے شاگردوں سے دریافت کرتے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

یارسخ ابن یزید بن یزید کہ لکھا ہے کہ لیث بن سعد رضی اللہ عنہ تھے۔ اور سلطان نے بھی شرح
سناری میں بھی بات لکھی ہے۔ لیث بن سعد وہ شخص ہیں کہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے
اوسکے مناقب میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسکا نام الرحمتہ الغنیۃ بالرحمۃ الیثیۃ ہے۔ اوسکا
میں لکھا ہے کہ کسی نے لیث رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ سے بہت سناری حدیثیں ہم سنتے ہیں جو
آپ کی کتابوں میں نہیں ہیں فرمایا اگر وہ سب حدیثیں میں لکھتا جو میرے سینہ میں ہیں تو میرے
اوسکی گنجائش نکر سکتا اوسی میں لکھا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لیث امام مالک
بھی ماتھے تھے سعید بن ابی ایوب کہتے ہیں کہ اگر امام مالک اور لیث کسی مقام میں جمع ہوتے تو
امام مالک اذن کے رو برو گنگے ہوتے یعنی بات نہ کر سکتے۔ کیونکہ امام صاحب کے
فیض یافتہ اور حنفی المذہب تھے۔ اوسی میں لکھا ہے کہ خلیلی کہتے ہیں وہ بالاتفاق اپنے وقت
کے امام تھے۔ ابن جابر کہتے ہیں کہ وہ فقہ اور علم اور حفظ اور فضل و کرم میں اپنے زمانہ کے
سادات میں تھے۔ نووی رضی اللہ عنہ نے تہذیب میں لکھا ہے کہ اوسکی جلالت اور امانت اور فہم اور حیل
میں اوس کے علوم و تربیت پر اجماع ہو گیا۔

اگر بالفرض سوائے ان کے کوئی محدث حنفی المذہب نہ ہوتا تو بھی ایسے جلیل القدر امام المحدثین کا
متفق المذہب ہونا حنیفہ کے افتخار اور اطمینان کے لئے کافی تھا۔

حم۔ کلان بن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی نے امام مالک سے پوچھا کہ کسی کے پاس دو کپڑے
ایک نیک اور ایک پاک اور معلوم نہ ہو کہ پاک کونسا ہے تو نماز کس طرح پڑھے فرمایا سختی کرے۔
کلان کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ابو حنیفہ تو کہتے تھے کہ ہر ایک کپڑے میں ایک بار نماز
پڑھے اور نہ ہوں نے سال کے بلکہ اگر ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا۔

مرص۔ محمد بن عمر الزرقانی کہتے ہیں کہ امام مالک کے اکثر ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اقوال کی تلاش کر
اور ابو حنیفہ کے مطابق فتویٰ دیا کرتے اگرچہ اس بات کو ظاہر کرتے نہ تھے۔ انتہی۔
ہم یہ نہیں کہتے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کسی مسئلہ میں امام صاحب کی تقلید کی کیونکہ وہ خود مجتہد
اسی وجہ سے امام صاحب کی ہر بات کسی قول کا منسوب کرنا اوسکو جائز نہ تھا۔ خلاف مقلد کے
کہ اسکو منسوب کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر اس سے امام صاحب کے اجتہاد کی قوت تو ضرور

ثابت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ جیسے شخص اونکے اقوال کی تلاش کرتے اور انہیں کے مطابق فہم دیتے تھے۔

مرکب صحت معرکہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان میں ابو حنیفہ

کو قرار دے تو مجھے امید ہے کہ اسکو کوئی خوف نہیں اور یہ نہ سمجھا جائیگا کہ اسنے اعتیاد میں کمی کی اس مقام میں اگر معرکہ کا بھی خیال کر لیا جائے کہ وہ کیسے شخص تھے تو مناسب ہوگا۔

پیشتر اونکے بعض حالات معلوم ہو چکے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ شعبہ اور اونکے صاحب اور ابو حنیفہ ناطق کہا کرتے تھے۔ دیکھئے جب مصحف ناطق فرما رہے ہیں کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تعلیمیں

نہایت اعتیاد سے تو طالب حق کے لئے اور کیا چاہئے۔ خدا کے اور اپنے درمیان میں کو قرار دینکا مطلب اوسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس راہ سے وہ لیجائیں بے چون و چرا

اونکے پیچھے پیچھے بارگاہ کبریائی میں جانا باعث نجات ہے اسی کا نام تعلیقہ شخصی ہے۔

ک فضل بن موسیٰ سینانی رحمہ اللہ کو گون کو ترغیب دیتے تھے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اتباع کریں

ایسے جلیل القدر محدث (جنکی جلالت شان پر کعبہ ابن مبارک اور اسحق بن راہویہ رحمہ اللہ جیسے اکابر محدثین گواہی دے رہے ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا) جب امام صاحب کی تعلیقہ کر سنے

کی ترغیب دیتے ہوئے تو کس سرگرمی سے فریب خنثی ترقی پذیر اور شائع ہوتا جانا ہوگا۔

مرکب ابو حنیفہ یحییٰ بن واضح کہتے ہیں کہ ایک بار احم اور محمد بن طلحہ ابو حنیفہ کا ذکر کر رہے

تھے انہوں نے کہا اے ابو حنیفہ اگر تمہیں کسی فقہ کے ذریعہ سے ابو حنیفہ کا کوئی قول پہونچ

جائے تو اسکو قبول کر لو اور لکھا جو قول ہوتا ہے پختہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسکا مطلب ظاہر ہے

کہ انہوں نے فقہ کی تعلیقہ کی ترغیب دی اس لئے کہ امام صاحب کے اقوال کو قبول کرنا

بلا دلیل مان لینا ہے جسکو اصطلاح میں تعلیقہ کہتے ہیں۔

احمد عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے ایک روز مقررہ صغیرین کے جواب میں فرمایا تم نہیں جانتے

کہ ابو حنیفہ سے زیادہ کوئی مستحق اقتدا نہیں وہ متقی ہمارا منقر یا رسا اور قسبہ تھے۔ انتہی الحفظ

جب امیر المؤمنین فی الحیث نے تمام محدثین میں سے امام صاحب کو منتخب کر کے

اس بابہ کے مستحق قرار دیا کہ ابھی کی اقتدا کی جائے تو اب کسی عامی کو تو کیا محدث کو

بھی حق نہیں کہ اذبحی تقلید سے روکے۔

ہر ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام صاحب ایک بار مسجد الحرام میں بیٹھے تھے لوگ آتے اور مسائل پوچھتے اور آپ جواب دیتے جاتے تھے اتنے میں امام جعفر صادقؑ وہاں تشریف لائے اور یہ حالت کھڑے دیکھ رہے تھے کہ امام صاحب کی نظر آپ پر پڑی اور فرست سے دریافت کر کے کھڑے ہو گئے اور کہا یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر بچھلے سے مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کھڑے ہیں تو خدا کے تعالے مجھے کہنی اس حالت میں نہ دیکھتا کہ میں بیٹھا ہوں اور آپ کھڑے ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو جواب دینے میں اپنے آباؤ اجداد کو یہی اسی حالت پر پایا ہے۔ دیکھئے امام صاحب جہاں جہاں جاتے تھے وہاں مسائل فقہیہ تھے جنکو تقلید اسب مان رہے تھے اور امام جعفرؑ نے بھی اذبحی تحسین کی۔

در مختار میں لکھا ہے کہ بہت سے اولیائے کرام نے امام صاحب کی تقلید کی چنانچہ ان میں سے چند حضرات یہ ہیں۔ ابراہیم رحمہ اللہ شفیق بلخی۔ معروف کرنی۔ بایزید سلطانی فضیل بن عیاض۔ داؤد کمالی۔ احمد بن محمد ویر۔ ابو بکر وراق۔ وغیرہم۔ شامی رحمہ اللہ نے وغیرہم کی شرح میں لکھا ہے جیسے عاتم اسم اور محمد شاذلی قدس سرہ اسم رحمہم۔ مذاہب الخفیہ میں مولوی فقیر محمد صاحب سیالوی نے اور بہت سے اولیاء کرام کے نام لکھے ہیں جو حنفی المذہب اور امام صاحب کے مقلدین میں تھے اور ان کے چند حضرات یہ ہیں۔ داؤد گنج بخش۔ حضرت خواجہ حسین الدین چشتی رحمہ اللہ حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء رحمہم خواجہ محمد پارسا رحمہم مجد والفقہاء ملا علی الدین بہاولوی۔ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہم۔

اصحیق الخفیہ میں اور بہت سے اسماء گرامی احناف کے لکھے ہیں فی الحقیقت یہ کتاب قابل دید ہے اور یہ حدائق قابل تفرح ہیں بہت بڑا سرمایہ معلومات اس میں ہے اور یہ بات قابل تصدیق ہے کہ جب کسی قوم کے سربراہ اور معتد علیہ کوئی کام کرتے ہیں تو ان کے دیکھا کیجی دوسرے لوگ بھی وہ کام کرنے لگتے ہیں اور خیر و فرین وہ کام اور ان قوم کی ضروریات میں داخل ہو جاتا ہے۔ اب دیکھئے کہ جب نامی گرامی مروج ضلالت

محدثین و اولیائے کرام نے امام صاحب کی تقلید کی تو ان کے شاگرد اور متفقہ کس کثرت سے امام صاحب کے مقلد ہو گئے ہونگے۔ مابعد کی صدیوں میں جو غیض کی کثرت ہوتی تھی جس پر حالت موجودہ شاید عدل ہے اوسے ابتدائی کثرت کا اثر ہے۔ غرض کہ علما کا کثرت سے امام صاحب کے مقلد ہونا اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ متدین علما نے ایسے زمانہ میں آپ کو مجتہد مطلق مان لیا تھا جو شبابِ علم کا زمانہ تھا۔ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ جب غیر ائمہ و مین امام صاحب کی تقلید نہایت سرگرمی سے ہوئی اور اوس زمانہ کے اہل احتیاط محدثوں نے اوسکو جائز رکھا اور خود بھی کرتے رہے تو اس بے علمی کے زمانہ میں جسکی خبر انادیش میں دی گئی ہے کس قدر اوس کی ضرورت ہے۔ آخری زمانہ کی نسبت احادیث میں مصرح ہے کہ اوس میں دین بجا اثر اختیار کیا جائے اور ظاہر ہے کہ دین بجا صرف تقلید ہی ہو کرتا ہے اور کئی جہلت میں یہ بات ہوتی ہے کہ نئی بات کے سخت دشمن ہوتے ہیں۔

چونکہ تقلید کا ذکر آگیا ہے اس لئے مختصر سی بحث اوسکی یہی بیان کرنا مناسب ہے اگر تفصیلی بسوٹ بحث دیکھنا منظور ہو تو اور رسالوں میں ملاحظہ فرماویں جو کثرت سے جب چکے ہیں تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو مقبوضہ کہراو سکے قول و فعل کی پیروی بغیر دلیل کی جائے۔ تقلید انسان کی فطرتی صفت ہے اور تمام کمالات کی تحصیل کا مبداء بھی یہی صفت ہے جس انسان میں یہ صفت کمی کے ساتھ ہوگی اوسکے کمالات میں نقص ضرور ہوگا۔ دیکھئے جب ایک کسی قدر سمجھنا شروع کرتا ہے تو ایک ایک چیز کا نام پوچھتا ہے اور اوس کے مان یا پاپا اور مربی جو کچھ بتلا دیتے ہیں اوس کو تقلید امان لیتا ہے۔ اگر اوس میں تقلید کا مادہ نہ ہو تو انیوان ناظر ہی بنے سے محروم ہو جاتا اور سوائے غائبن غائبن کرنے کے کوئی بات نہ کر سکتا۔ اسی طرح جب استاد کے پاس جاتا ہے تو ہر ایک مسئلہ میں تقلید کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ تمام علوم سے محروم رہ جاتا ہے۔ یہودین میں ہی تقلید کی ضرورت ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَلَا يَنْهَىٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماویں اوسکو قبول کر لیں جو جس کا مطلب یہ ہوا کہ چون و چرا کرنا

نہیں صرف آپ کے ارشاد کو بلا دلیل مان لیا کر مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز دو رکعت ہے تو کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ دو رکعت مقرر ہوئی کی کیا وجہ اور قرآن میں کہیں اس کا ذکر بھی ہے یا نہیں یہ بحث دوسری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو تقلید کہتے ہیں یا نہیں مگر صورت تقلید ہونے میں کلام نہیں۔ اس طرح صحابی نے جب کہا دیا کہ اضا الاحمال بالینات مثلاً حدیث ہے تو تابعی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ اس کے حدیث ہوئی کی کیا دلیل التیہ یہ ضرور ہے کہ جب کی تقلید کی جائے وہ شخص معتد علیہ اور راست باز ہو اس وجہ سے حدیث کو رجال کی بحث کرنے کی ضرورت ہوئی جس سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص عدل صادق معتد علیہ ہو وہی کی تقلید کی جائے یہ بات قریب میں معلوم ہوگی کہ رجال کی حرج و تعیل کا مارتقلید ہی پر ہے۔

فقہاء کی تقلید کی ضرورت قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتی کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اطِيعُوْا اللّٰهَ وَاطِيعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلٰى الْاَمْرِ مِنْكُمْ
 اے مسلمانوں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت بھی جو تم میں سے ہوں۔ اگرچہ اولی الامر کی معنی امر اس کے بھی ہو سکتے ہیں مگر قرآن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اولی الامر سے مراد علماء و فقہاء ہیں اس لئے کہ مقصود اس آیت شریفہ میں اطاعت خدا و رسول اور اطاعت اولی الامر ہے اس مطلب کو ادا کرنا صرف حرف عطف سے ہو سکتا تھا یعنی اطیعوا اللہ والرسول والی الامر سے مقصود معلوم ہو جاتا تھا لفظ اطیعوا کو کر کے کی کوئی ضرورت تھی مگر چونکہ کلام تبلیغ میں خصوصاً کلام الہی میں کوئی لفظ بے کار نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ مقصود اس زیادتى سے کچھ دوسرا ہی ہے وہ یہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو کوئی شخص نہ سمجھے اور یہ خیال نہ کرے کہ قرآن شریف میں جتنے احکام ہیں انھی میں حضرت کی اطاعت ضروری ہے۔ اس خیال کے دفع کرنے کے لئے بتکرار لفظ اطیعوا مثل اطیعوا اللہ کے مستقل طور پر اطیعوا الرسول و ارشاد ہوا جس سے مقصود یہ ہے کہ جو کچھ حضرت فرمادیں خواہ وہ قرآن میں ہو یا نہ ہو بمان لیں اور اطاعت کریں اور اس کے بعد اولی الامر کے ساتھ لفظ اطیعوا کا ذکر نہیں ہوا

جس سے یہ بات معلوم کرادی گئی کہ اونکی اطاعت ضمنی ہے یعنی جو احکام حضرت نے بیان فرما دیے ہیں انھی میں اونکی اطاعت کی جائے کیونکہ جو لوگ خلاف شرع حکم کرتے ہیں اون کے باب وارد ہے۔ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْهُمَا اَنُذِرْكَ اللّٰهُ قَاوِلًا لِّمَا هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اور هُمْ الْظٰلِمُوْنَ اور هُمْ الْكَافِرُوْنَ۔ اب اولوالامر کو یہ معلوم کرنا ضرور ہوگا کہ ہم اس آیت شریفہ کی رو سے کون سے امور کے امر کرنے کے جائز ہیں جنکی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ کل آیات و احادیث سے ایسے امور کا انکار ناجواب الاتباع میں فقیر کا کام ہے غرض کہ اولوالامر کو ضرور ہوگا کہ خود فقید ہوں یا فقہا سے مدد لے کر امر کریں بہر حال دونوں صورتوں میں اولی الامر کی اطاعت فقہا ہی کی اطاعت ہوئی پھر اگر اطاعت کرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ حاکم عالم نہیں تو مشتبہ امور میں اون کو ضرور ہوگا کہ علماء سے دریافت کریں کہ وہ امور واجب الاطاعت ہیں یا نہیں اور اگر وہ فتویٰ دین کہ اون امور میں اطاعت جائز نہیں تو اونھی کی اطاعت واجب ہوگی جس سے معلوم ہوگا کہ فقہاء اور امر کے اوامر متعارض ہوں تو اہل اسلام کو پھر یہ کہ فقہاء کا اقتضال امر کریں اور امر کی اطاعت کریں جیسا کہ اس روایت سے بھی ظاہر ہے۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعة فی معصیۃ اللہ انما الطاعة فی المعروف متفق علیہ کذا فی مشکوٰۃ فی کتاب الامارۃ

یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معصیت میں کسی کی اطاعت درست نہیں اطاعت صرف اونھی امور میں ہے جو دین میں معروف ہیں۔

اب دیکھئے کہ امیر و فقیر کے اقوال متعارض ہونے کی صورت میں فقیر کا قول چاہیے العمل ہو تو امر اولوالامر سے یا فقہاء سے یا برابر بن عبد اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء اور مجاہد اور ضحاک اور ابوالعالیہ اور حسن بصری وغیرہم رحمہم اللہ نے اولی الامر کی تفسیر میں فقہاء اور علماء ہی لکھا ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ سے واضح ہے کیونکہ نبی و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء ہی کو اپنا جانشین قرار دیا ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔

عن الحسن ابن علی رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرحمہم اللہ علی خلفائی قبل ومن خلفاءک یا رسول اللہ قال الذین

یجیون سنتی ویعلون بہا الناس ساروا بالنصر السجی فی الامانة وابن عساکرو
فی معنہا ما شراہ الطبرانی والوامہر منی وابن ابی حاتم کذا فی کنز العمال یعنی
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کرے میرے خلفا پر کسی نے پوچھا آپ کے خلفا
کون ہیں یا رسول اللہ فرمایا وہ لوگ جو میری سنت کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کو سنت کی
تعلیم کرتے ہیں۔

غرض کہ فقہا کی اطاعت قرآن فہرین سے ہی ثابت ہے اور احادیث سے بھی
اسی وجہ سے عمر بن عبدالعزیز نے تمام شہروں میں حکم جاری کر دیا کہ جس باب میں فقہ کا
اتفاق ہوا وہی پرنسپل کیا جائے جیسا کہ اوس روایت سے ثابت ہے جو دارمی میں ہے
عن حمید قال قیل لعمر بن عبدالعزیز لوجعت الناس علی شئ یقل مالہم
انہم لیتختلفوا قال ثم کتب الی الافاق الامصار لیقضی کل قوم بما اجتمع علیہ
فقہا وہم دیکھئے عمر بن عبدالعزیز نے جو تمام ممالک اسلام میں عام حکم جاری کر دیا کہ فقہائے احوال
پر عمل کیا جائے اس سے انہوں نے ثابت کر دیا کہ اولی الامر جنکی اطاعت واجب ہے وہ
صرف فقہاء میں حکام کو اوس میں کوئی دخل نہیں۔

ابن خرم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ تقلید کو حرام سمجھتے ہیں مگر فقہا کی تقلید کے وہ
بھی قائل ہیں جیسا کہ ان کی اس عبارت سے ظاہر ہے جو بالفعل فی الملل میں لکھا ہے
نعم ان التقليد لا یحل البتہ وانما التقليد اخذ المرء قول من دون رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من لم یأمرنا اللہ عز وجل بالتباعہ قط ولا باخذ قولہ بل حر
علینا ذلک ونہانا عنہ یعنی اس میں شک نہیں کہ تقلید ہرگز حلال نہیں مگر تقلید اسی کا
نام ہے کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے دوسرے شخص کا قول مان
لیا جائے جس کی اتباع کا اور اوس کے قول پر عمل کرنے کا حکم خدا نے کبھی نہ دیا ہو بلکہ اوس کے
ماننے سے منع فرمایا اور اوس کو حرام کر دیا ہو۔ حاصل یہ کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے کسی کی اتباع کا حکم خدا تعالیٰ نے نہ دیا ہو تو اوسکی اتباع اور پیروی کو تقلید ہی نہیں
ابن خرم کے اس قول سے کہ ان التقليد لا یحل البتہ سے دہوکا ہوتا تھا کہ انہوں نے

نے مطلقاً تقلید کو حرام کر دے اس لئے انہوں نے فقہاء کی اتباع کو سب سے تقلید ہی
 میں داخل نہیں کیا کیونکہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ تقلید ایسے شخص کی اتباع کو کہتے ہیں کہ خدا
 تعالیٰ نے اس کے اتباع کا کسی حکم نہ دیا ہو اور جو کہ فقہاء کے اتباع کا حکم دیا **وَاطِيعُوا الْوَسْوَ**
وَإُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ سے دیا ہے اس لئے وہ تقلید ہی نہیں اس سے مقصود اذن کا
 معلوم ہو گیا کہ اگر تقلید ہر طرح سے مذموم ہو تو فقہاء کی تقلید کو یہ تقلید ہی سے خارج کر دینے
 اسی وجہ سے انہوں نے تقلید مذموم میں ایسی قید لگا دی کہ تقلید اصطلاحی پر وہ صادق
 ہی نہیں آتی جب ابن خرم جیسے تشدد شخص تقلید فقہاء کو بری نہیں سمجھتے تو اذن کے پیروں کو
 ضرور ہے کہ اس بات میں اغماض کر جائیں اور مقلدون کو شرک نہ بنائیں۔ یوں تو فقہاء اور
 مجتہدین بہت سے گذرے ہیں اور امام بخاری بھی فقید اور مجتہد تھے مگر جو بات اہل مذاہب
 اربعہ کو حاصل ہوئی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی یہ بات شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے بھی
 معلوم ہوتی ہے جو الانصاف میں لکھا ہے **وخصلة سابعة تستلوهما هي ان تنزل**
لكما القبول من السماع فيقبل الى علمه جماعة من العلماء من المفسرين والمحدثين
والاصوليين وحفاظ كتب الفقه ويمضي على ذل القبول والاقبال قوون
متطاوله حتى يدخل ذلک في صميم القلوب یعنی مجتہد کے لئے یہ بھی ضرور ہے
کہ اس کی قبولیت آسمان سے اترے جس کی وجہ سے علماء اور مفسرین اور محدثین و
اصولیین اور حفاظ کتب فقہ و سبک علم کی طرف متوجہ ہوں اور اس قبول و اقبال پر مدین
گذر جائیں یہاں تک کہ لوگوں کے دل میں یہ باتیں داخل ہو جائیں ۛ
 ہم دیکھتے ہیں کہ سب باتیں مذاہب اربعہ پر صادق آتی ہیں شاہ صاحب مدوح نے عقیدہ الجہد
 فی مسائل تقلید میں اس امر میں ایک باب بھی درون کیا جس کا ترجمہ یہ ہے **باب تاکید**
الخذ بهذا المذهب اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کھار الخرج عنہما اور اس میں ہے
 میں اعلم ان فی الاخذ بهذا المذهب الاسبعة مصلحت عظيمة وفي الاجراض
 عنہا اسل مفسدات کثیرہ جن میں نہیں ذلک بوجہ حاصل اور کیا یہ کہ مذاہب اربعہ
 کی تقلید نہایت ضروری ہے اور اس میں بڑی مصلحت ہے اور اس سے اعراض

کرنے میں بڑا مفید ہے جس کے متعدد وجوہ ہیں بہرہست سے وجوہ بیان کئے جن کا
 ذکر وجوب تطویل سے حاصل تمام روئے زمین پر اہل سنت کے چارہی مذہب مشہور ہیں
 اور پانچواں مذہب بخاری کہ میں سنا نہیں گیا بلکہ جو لوگ بخاری شیعہ کو مانتے ہیں وہ اس سے
 بڑے ہوئے ہیں وہ بھی امام بخاری کی تقلید کو عاریتہ بعضے تو شرک ہی سمجھتے ہیں اور جو بہت
 تقلید پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں قوله تعالیٰ اَدْبِعُوا مَا اُنْزِلَ الْبَیِّنَاتُ مِنْ سَآئِکُمْ وَکَذَّبُوا
 مِنْ دُونِہَا وَلِیْلَاءُ وقوله تعالیٰ فَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَدْبِعُوا مَا اُنْزِلَ اللّٰهُ قَالُوْا اِنَّا لَنَبْیِغُ مَا
 الْفِیْتَنَا عَلَیْہِ الْبَیْءَا فَاَوْقُوْا مَا لَہُمْ مِنَ الْجَبَارِیْنَ وَرَہْبَانُہُمْ اَسْرَابُا بَاہِنٌ دُوْنَ
 اللّٰہِ اور اصل صحیح اور اس قسم کی کئی باتیں کفار کی شان میں نازل ہوئیں اس وجہ سے کہ سب
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اودن سے فرمایا کہ بت پرستی وغیرہ جو مرد تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے
 اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اس لئے کہی نہیں سنتے اور اصل وجہ اسکی بھی تھی
 کہ اودن کو نبوت ہی کی تصدیق نہ تھی بہرہب تصدیق کرتے تو فوراً بتوں کو توڑ دیتے تھے
 چونکہ یہ آئین مقلدون چسپان کی جاتی ہیں اس لئے اودن کی حالت پر نظر ڈالنے کی ضرورت
 ہے کہ آیا اودن کو نبوت پر ایمان ہے یا نہیں اور اگر ہے تو باوجود ایمان کے اپنے ہی کی بات
 نہ مان کر اپنے امام کی بات ماننے کی کیا وجہ کیا امام کو وہ نبی سمجھتے ہیں جو خاتم الانبیاء کے بعد
 پیدا ہوئے اور اودن پر وحی اترنے کے بھی قائل ہیں جسکی وجہ سے اودن کے مقرر کئے
 ہوئے احکام کو ماننا اور پہلے نبی یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو منسوخ سمجھتے ہیں
 اس کی تحقیق یوں ہو سکتی ہے کہ کسی جاہل سے جاہل مقلد سے پوچھا لیا جائے تو وہ
 ہرگز نہ کہیں گے کہ میں اپنے امام کو نبی سمجھتا ہوں اور اسی وجہ سے اودن کے قول کو واجب
 الاتقیل سمجھتا ہوں۔ اس سے یقینی طور پر ثابت ہو جائے گا کہ کفار جو آبا و اجداد کے
 طریقہ کو نبی کے مقابل میں جس وجہ سے پیش کرتے تھے وہ جب توہمان ہرگز نہیں پایا جاتی
 اس لئے کہ اوسکا نشانہ تکذیب نبی تھا اور کوئی مقلد تکذیب نبی نہیں کر سکتا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم نے جو کہ جتہ دون کو اجہاد کرنے کی اور اس پر عمل کرنے کی ہم کو اجازت دتی ہے
 اس لئے ہم اس پر عمل کرتے ہیں البتہ احادیث جب مذہب کے خلاف پیش کی جائیں

تو یہ ضرور کہنا چاہیگا کہ احادیث ہمارے ستر لکھوں پر اور وہ سب واجب التعلیم ہیں ایسی ہی
 ستر ہزار شریف کے ختم کو ہم باعث انجیل سلام سمجھتے ہیں اور اس کے اس قدر دلداد دین کہ
 اہل حدیث بھی انہوں نے مگر چونکہ کل احادیث کے معنی بخاری وغیرہ میں نہیں اور جبریل
 ہیں وہ امام بخاری وغیرہ کے اجتہادی ہیں جو ہمارے امام کے شاگردوں کے شاگرد تھے
 اس وجہ سے ان معنی کو نہیں مانتے جو ہر شخص اپنی رائے سے بیان کرے بلکہ اس تحقیق کو
 مانتے ہیں جو تمام آیات و احادیث کو پیش نظر رکھ کر ایک جلیل القدر امام الوقت بیان کرے
 اور ہم لوگ اسکے بالخیر بھی ہیں کہ جو شخص قرآن و حدیث کو پیش کرے اس کو مان جی لین بلکہ
 سلف صالح نے ہمیں یہ طریقہ سکھایا ہے کہ غیر معتد شخص قرآن بھی سنائے تو نہ سنا جائے
 چنانچہ سنن دارمی میں یہ روایت ہے عن اہلنا بن عبید قال دخل رجلان من
 اصحاب اہلنا علی ابن سیرین فقالا لہ ابیکر ان لحد قال لا قالوا فقلنا علیک
 ایۃ من کتاب اللہ قال لا لیقومان عنی او لا قومن فقال بعض القوم یا ابابکر
 ما علیک ان یقل علیک ایۃ من کتاب اللہ تعالیٰ قال خشیت ان
 یقل علی فی حق فافہم فی ذلک فی قلبی یعنی ابن سیرین کے پاس دو شخص آئے جمال
 سے تھے اور کہا کہ ہم ایک حدیث آپ کو سناتے ہیں فرمایا میں نہیں مانتا پر کہا قرآن کی ایک
 آیت ہی سن لیجئے کہ انہیں اور فرمایا تمہارا من سے چلے جاؤ یا میں اٹھ جاتا ہوں تو کون
 نے کہا حضرت اگر آپ قرآن کی آیت سن لیتے تو کیا نقصان تھا فرمایا اگر وہ آیت پڑھاؤ حکم
 مضمون میں تحریر کر دیتے اور وہ ہی بات میرے دل میں جم جاتی تو خوف کی بات تھی
 دیکھتے اور لوگوں نے ابن سیرین رحمہ کو کیسے متعصب اور جاہل اپنی قوم میں جا کر بنایا ہوگا کہ
 انہوں نے نہ حدیث سنی نہ قرآن بلکہ یہ آیت پڑھاؤ لکھ بھی ثابت کر دیا ہوگا جو حق تھا
 فرماتا ہے وَاذْکُرْ نَحْنُ الْفُتَنَانُ فَالْتَمِمْ عَوَالِہٖ وَاذْکُرُوا الْعَلَکُمْ تَرَوْا حَمَمٌ یُّؤْتِی
 قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو بجاوے اسکے کہ سن کر چپ رہتے انہوں نے منہ بھی گواہ
 نہ کیا پھر کس طرح وہ متقی تھت ہو سکتے ہیں اور خدا جانے کیسی کسی مٹو گافیان کر کے انکو
 کافر بنانے میں کوشش کی ہو گی سگر اہل اسلام ایسے جلیل القدر تابعی کی نسبت یہ گمان

کہ باوجود ایمان اور تجربہ علم کے اور حضرت کو اس درجہ کی احتیاط تھی کہ غیر مذہب الون سے قرآن کی آیت بھی نہیں سنتے تھے اس خیال سے کہ کہیں اس کے عقائدہ فاسدہ کا اثر اپنے دل پر نہ پڑ جائے۔ اور اس زمانہ میں ہر کرم علم بلکہ بے علم شخص بھی اہل مذہب باطلہ کے اقوال کو سنتے اور دیکھنے کی کچھ پروا نہیں کرتا بلکہ اس کو دینداری اور حق پسندی سمجھ کر اپنی بے تعصبی کا ثبوت دیتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جن حضرات کو اپنے ایمان اور اعتقادات کی قدر ہے اور قرآن و حدیث پر پورا ایمان اور جزا و سزا پر کامل یقین ہے اور ان کو احتیاط کرنے کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ خود فطرت انسانی کا مقتضی ہے کہ جس چیز کو آدمی بیش بھلا اور عزیز سمجھتا ہے اس کی حفاظت میں کمال درجہ کی احتیاط کو کام میں لاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دوست سے ہی بدگمانی کا سہمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نگہدار و آن شیخ و کیسہ در کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بر + اب دیکھئے کہ ایک جاو کی حفاظت میں یہ احتیاط ہو تو ایمان جس پر نجات اخروی اور ابد الابد کی یہودی کا مدار ہے اس کی کس قدر احتیاط چاہئے اور حدیث شریف میں یہی اس کی تعلیم کی گئی ہے چنانچہ مقاصد حسنین امام سخاوی رحمہ اللہ حدیث نقل کی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتویبوا من الناس سوء الظن سرا و اچھا احمد و خلیل یعنی لوگوں سے بدگمانی کر کے اپنی حفاظت کر لو جب تک طبیعتیں تقلید کی جکڑ بند کی کی عادی تھیں اہل سنت و جماعت کا گروہ ایک کثیر التعداد اشخاص پر مشتمل تھا اور جب سے ترک تقلید سے آزادی طبیعتوں میں آگئی ہے ایسے نئے نئے فرقے بنتے جاتے

میں جب کا وجود خیال میں بھی نہیں آتا تھا اور لاندہی کا شیوع اس وقت جو صدیوں میں نہیں ہوا تھا اب مہینوں بلکہ دنوں میں ہو رہا ہے اور کچھ جتنے نئے فرقے بنتے جاتے ہیں انہی تقلید کے عکسہ کا مشابہہ ہو کر میں جواب بنانی آؤں میں گھبریں غرض مسلمانوں کو چاہئے کہ اہل سنت و جماعت کے متذہبن علماء نے جو تمام آیات و احادیث کو پیش نظر رکھ کر کمال جان نشانی سے دینی احکام کو منفع کر کے کتب فقہ میں لکھ دیئے ہیں اور ان کو ہرگز نہ چھوڑیں اور مخالفین کو آیات و احادیث پیش کریں اور ان کو قابل التفات نہ سمجھیں کیونکہ جتنے مذہب

دوسلے اپنے کما اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں سب کا استدلال قرآن و حدیث ہی سے
 ہے اب کہتے کہ آدمی کس کس کی پیروی کرے ہر جس طرح قرآن سے ہدایت متعلق ہے
 یہی ضلالت کا سبب بھی وہی ہونا چاہئے قال اللہ تعالیٰ یضلل من یشاء و یهدی من یشاء
 کثیرا اس لئے مقتضائے عقل بھی ہے کہ اہل مذہب بالحدیث سے نہ قرآن سے نہ حدیث بلکہ
 جس طرح کروں اہل سنت و جماعت جن میں علماء و محدثین اور اولیاء اللہ شریک ہیں قرآن و حدیث
 مذہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کے مقلد رہے ہر کوئی چاہے کہ اپنی کی پیروی کریں
 کیونکہ اسلام میں اجماع بھی ایک بڑی چیز سمجھی جاتی ہے۔ یہ بات مشاہدہ ہے کہ جس کو
 مقتدا بننا منظور ہوتا ہے تو چند آیات و احادیث میں غور و فکر کر کے اور اقوال سلف اور
 عقل سے مدد لیکر کسی بات کو ختم یا نشان بنادیتا ہے اور جہاں جنکو دین کی عقل نہیں ہوتی اور
 وہ ہم پر پیہر جیسے ہیں یہاں تک کہ ان کا ایک فرقہ بن جاتا ہے اور وہ سب اس کے
 تابع اور مقلد کہلاتے ہیں اور وہ ان کا مقتدا اور جو عقل مند ہوتے ہیں وہ سمجھ جاتے ہیں
 کہ ہمیں جہاں سمجھ کر بات ہے کہ اپنے تابع اور مقتدا بنالے اور خود ہمارا پیشوا اور حاکم بنے
 اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم محتومہ تو ہو ہی نہیں سکتے کسی نہ کسی کی تقلید کا قلاوہ ہماری گردن
 میں بند رہوگا تو ہنس دنا کسی کی تقلید کا حکم کیوں قبول کریں اور ایسے شخص کی تقلید
 کیوں کریں جن کے تئیں اور اسے اور علم و فہم ہوئے پیر امام بخاری رحمہ اللہ کے صدقہ
 و ستارہ کے تہی وہی ہے اور اسی زمانہ کے اکابر محدثین سے اون کو اپنا مقتدا مان لیا
 اور لاکھوں سالہ نہیں میں اکثر صحاح شریک کی احادیث سے بخوبی واقف تھے او دن کی
 تقلید کی۔ ایسے عیسیٰ القدر امام کی تقلید کو چھوڑ کر کسی آخری زمانہ والے کے ہاتھ میں اپنا
 قلاوہ دینا عقلاً و عیناً ہیچ ہے مثلاً مشہور ہے اذ اس وقت امام شریک الدین غرض کہ متعلقین
 جو اپنے آباؤ اجداد کے طریق پر رہے یہ بات ان کو تیرا تر معلوم ہوئی ہے کہ امام صاحب سے
 اچھے محدثین کے مجمع میں یہ تیقا نہ کر کے نہ مذہب کا تھی جو نہ لا بعد نسلاں اور نہ کسی پر چڑھی
 ہے سب اگر اپنی کلامی تقلید یا اپنی عقل و افکار کی تقلید آباؤ اجداد کے ساتھ وہ برابر کر دیں۔ بلکہ
 تو تمام الحائز پر بھی الزام لگاتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے نبی کریم و پیغمبران کو

باتین سنن میں معجزہ دیکھنے بلکہ اپنے آبا و اجداد ہی سے سن سن کر ایمان لائے۔ مگر جو لوگ
 سمجھدار ہیں وہ یہ بھی سمجھ گئے کہ ہر زمانہ کے معتزلیہ مسلمان خصوصاً اپنے آبا و اجداد جن پر
 زیادہ ہوتا ہے جب ان تمام امر میں گواہی دیتے آئے تو بعد والوں کو نسبت کا یقین
 علم ہو گیا اب اگر یہ تقلید بھی سہ تو ایسے امر میں ہے جو اسلام میں ضروری سمجھا گیا ہے
 جس کا وجود تو اتر سے ثابت ہو گیا ہے اسی طرح مقلدین کی تقلید آباؤی کا حال ہے۔
 یہ بات یاد رہے کہ اس زمانہ میں تقلید مذاہب اربعہ سے بہتر کوئی مشکل تعلق نہیں جیسا کہ
 شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی لکھا ہے اگر تقلید آباؤی کا فقرہ سن کر کسی کو بدلتا جائے اور
 اس قلعہ سے باہر نکل پڑے تو کسی نے کسی مکار و غدار کا ضرر و شمار ہو جائے گا کیونکہ ہر شخص کا
 کام نہیں کہ مخالفوں کی دلائل کو رد کر کے اپنا حقانی دین مذہب ثابت کر سکے۔ اس صورت
 میں ضرور کسی ایسے شخص کی تقلید کرنی ہوگی کہ نہ اس کو دین سے کام ہے نہ مذہب سے
 غرض بلکہ صرف جاہوں کا مقتدا بننا اور انکو اپنے مقلد بنانا منظور ہوگا۔ اس موقع میں ہر
 لوگ یہ دھوکا دیتے ہیں کہ ہم اپنی تقلید کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اعلیٰ بالحديث چاہتے ہیں۔
 یہ ایسا فقرہ ہے کہ بھولے بھالے مسلمانوں کے دہون پرفسون کا کام کر جاتا ہے
 مگر اہل علم سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ بالحديث ہر شخص کا کام نہیں اس کے لئے اعلیٰ اور صحت کی قوت
 اجتہاد کی ضرورت ہے دیکھئے عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب منظر
 کیا کہ زکوٰۃ نہ دیتے والوں سے جہاد درست نہیں اس وقت صحیح حدیث پیش کی
 جبکہ صدیق اکبر بھی جانتے تھے باوجود اس کے انھوں نے اجتہاد کی ضرورت بھی
 اور خدا کا لئے کوئی نہ کیا۔ تاہم حدیث پیش نظر ہو گئی تعین کہ انھوں نے اس حدیث
 سے اجتہاد درست نہیں سمجھا۔ آخر کیا وجہ ہے اس حدیث کو ترک کر کے صدیق اکبر رضی اللہ
 عنہ سے اجتہاد کی گواہی لیا اس سے ظاہر ہے کہ وہی احادیث اور ارجح کے معنی دین میں
 متبرعین پر مجتہدوں کے فریضے پہنچیں۔ مگر صحیح حدیث کے پیش ہونے ہی کو
 اجتہاد جب نفع دینے والی ہے کہ وہ کو اجتہاد پر بھی جرات نہوتی۔ غرض کہ بخاری شریف کی حدیث
 اس وقت واجب العمل ہونے کی مستند مجتہد کے اجتہاد میں بھی واجب العمل قرار پائیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ کسی خصوصیت مقام اور قرائن خاصہ کی وجہ سے صحت حدیث ثابت ہوتی ہے اور جدلی امور کلیہ سے اوس کا ابطال کرنا چاہنا ہے سوا اوس کی مثال ایسی ہوگی کہ کسی پتھر کو مثلاً دیکھنے سے یقین ہوتا ہے کہ وہ پتھر ہے مگر جدلی اوس میں شک ڈالنے کی غرض سے کہتا ہے کہ ہر چیز کی شناخت رنگ اور شکل وغیرہ سے ہوتی ہے اور چونکہ ممکن امور میں تشابہ ہوتا ہے اس لئے اوس کے پتھر ہونے کا یقین نہیں ہو سکتا۔ جب قرائن خاصہ سے حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو جدلی کا قول قابل اعتبار نہ ہوگا بلکہ ایسے موقع میں سکون اور اطمینان قلب دیکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ قرائن سے حاصل ہوتا تھا۔ پس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مسئلہ میں صحت کسی حدیث کی ثابت ہو جائے اور دوسرے احادیث یا قرائن اسے مجتہد کو سکون اور اطمینان حاصل نہ تو انکو ضرور ہوگا کہ اجتہاد کو کے ایر احکم متنبط کریں جس سے انکو اطمینان حاصل ہو اسی وجہ سے اکثر اونکو صحیح حدیثیں چھوڑنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ صحابہ کبار کے طریقہ عمل سے ثابت ہوا۔

غرض کہ جن کو وجہ اجتہاد حاصل نہیں انکو سکون اور اطمینان قلبی حاصل کرنے کا صحیح طریقہ ہے کہ تحقیق کر لیں کہ معتد علیہ مجتہد نے بھی حدیث مہجوث عندہ کو واجب العمل قرار دیا یا نہایت اگر ہر طالب علم کے کہنے سے عمل بالحدیث کرنے لگیں تو ان طلبہ کے عقائد باریہ الحفال بن جائیں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں مجتہد ہر گز قرین قیاس نہیں اس وجہ سے نہ مجتہد کو ضرور ہے کہ اجتہاد کر کے ہر مسئلہ میں اطمینان کیفیت حاصل کرے کہ یہی نتائج کی طرف ہے۔ اور کسی مسئلہ میں اطمینان کیفیت اس وقت تک نہیں پیدا ہو سکتی کہ تمام آیات اور نام احادیث اور تمام اقوال صحابہ جو اوس مسئلہ سے متعلق ہیں پیش نظر آجائیں جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے انصاف میں لکھا ہے۔ و تا نبھان عجیب ایجاد و کائنات فیصلہ احکامات و یتنبہ بہ۔ بماخذ الفقہ و یجمع مختلفہا اور صحیح احادیث و آثار کا مفقود ہو جاتا یقیناً ثابت ہے تو یہ چند موجد و حدیثین اور ان لاکھوں کے قائم مقام کیا۔ یہ سب کچھ احادیث میں قابل اعتماد وہ حدیثین

ہوتی ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری قول یا فعل مذکور ہو جیسا کہ بخاری شریف میں ہے قال الزہری وانا یخذ من امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاخر فاخر۔ جب لاکھون حدیثیں تلف ہو گئیں تو اس قسم کی بھی سیکرہ دن بالکیرہ ضرورت تلف ہوئی ہوگی۔ ہاں اگر اصحاب صحاح ستہ یہ تصریح کر دیں کہ کل صحیح حدیثیں ہیں۔ پہنچ گئی ہیں مگر کسی مصلحت سے ہم نے بیکار حدیثوں کو ترک کر دیا اور کام کام کی حدیثیں صحاح میں لکھ دیں۔ تو اون کے اعتماد پر یہ کہنا ممکن تھا کہ تلف شدہ حدیثوں کو دین کے معاملہ میں کوئی دخل نہ تھا اس لئے اوکا تلف ہونا ہی اچھا ہوا جس سے حفاظت کی مصیبت سر نہ لگی مگر یہ بھی ثابت نہوا اس لئے کہ کسی محدث نے یہ دعویٰ کیا ہی نہیں کہ مجھے کل صحیح حدیثیں پہنچی ہیں اور میں نے اون حدیثوں میں سے وہی حدیثیں انتخاب کر کے اپنی کتاب میں لکھی ہیں جن میں حضرت کے آخری قول اور فعل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو صحاح میں ہر مسئلہ سے متعلق ایک ہی حدیث ہوتی حالانکہ بخاری وغیرہ کتب صحاح میں اکثر متعارف حدیثیں موجود ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ صرف ناسخ اور معمول جہا حدیثوں کے تلف کا اوصاف نے التزام نہیں کیا۔ دیکھئے بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے قال ابوالدرداء کیف کان عبد اللہ یقرؤ واللیل اذا اغشی قال طلائع والانشی فقال ابوالدرداء ما زال حولاً حتی کادوا یشککونی وقد سمعنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اگر بخاری شریف میں کل روایتیں واجب العمل ہوتیں تو سورہ واللیل میں کوئی نہیں تو اہل حدیث تو ضرور الذکر والانشی پڑھتے حالانکہ غالباً وہ بھی ایسا پڑھتے ہونگے اس سے ظاہر ہے کہ بخاری شریف میں بھی واجب العمل اور غیر واجب العمل ہر قسم کی روایتیں موجود ہیں۔ اب بتائے کہ کیا ممکن ہے کہ آخری زمانہ والے اجتہاد کے مدعی تمام صحیح اور ناسخ حدیثیں حاصل کر لیں جس سے طمینہ کیفیت دل میں پیدا ہو۔ اس زمانہ میں اطمینانی کیفیت پیدا ہونے کی تدبیر سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ لاکھوں حدیثیں کا ہر ایک فرض کر لی جائیں اور یہ خیال کر لیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہی نہیں۔ مگر یہ تصور خلاف واقع

ہو گا اور جو اجتہاد اوس پر متفرع ہو گا وہ سارا الفاسد علی الفاسد ہو گی۔

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ چند صحاح محدثین اور مشائخ عقیقت اور کافی صحیحی جاتین کے کل احادیث کا حاصل اور خلاصہ ہمارے پاس نہ تھا مگر جب اکابر دین کی شہادتین سے ثابت ہو گیا کہ فقہ حنفیہ تقریباً کل حدیثوں کا مختص ہے تو مقتضائے عقل یہی ہے کہ اوسکو قائم مقام کل حدیثوں کے تصور کر لیں۔

چونکہ کل رفت و گشتان شہر خراب ہوئے گل راز کہ جو کراں گلاب

یہ بات دین اپنی طرف سے مخدین کہتا بلکہ خود محدثین نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ نے احادیث کو محفوظ کر دیا۔

غرض کہ جب امام صاحب نے تمام آیات و احادیث و آثار کو جمع کر کے اودن سے بسال جزیریہ کے استخراج کیا باگران اپنے ذمہ لیا اور اوس کام میں جس قدر ضرورتین پیش آئیں سب کو نہایت اہتمام اور احتیاط سے پوری کیا تو اودن کی محنت شاقہ کو کان کم لکین کے کے طے شدہ امور کو بے بضاعتی کی حالت میں از سر نو شروع کرنا کس قدر بے ضرورت اور فضول ہے۔ اگر اسی فقہ پر ظن غالب کر لیا جائے کہ تمام احادیث و آثار کا خلاصہ ہے تو اوسکو تائید دینے والین بہت سے اکابر دین کی شہادتین موجود ہیں بخلاف اس کے اپنے اجتہاد کیا جائیگا اوس پر ہرگز حسن ظن نہیں ہو سکتا کہ وہ کل احادیث کا خلاصہ ہے اور جب تک کسی چیز پر ظن غالب نہ ہو وہ شریعت میں قابل اعتبار نہیں اسوجہ سے امت مرحومہ میں مذاہب حقہ وہی چار تسلیم کر گئے ہیں جنکی تدوین صحاح ستہ کی تدوین سے پہلے ہو چکی ہے جس زمانہ میں تقریباً کل صحیح حدیثیں موجود تھیں اور اوس کے بعد منقود ہو گئیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب انصاف میں لکھتے ہیں کہ اہل حق کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ واجب اصلی یہ ہے کہ امت میں ایک شخص ایسا ہو کہ احکام فرعیہ اولہ تفصیلہ سے معلوم کرے چونکہ مقدمہ واجب واجب ہے تو اگر کسی واجب کے حاصل کرنے کے کئی طریقہ ہوں تو کسی ایک طریقہ کا حاصل کرنا واجب ہو گا۔ اور جب ایک ہی طریقہ اوس کا معین ہو جائے تو صرف اسی طریقہ

کو حاصل کرنا واجب ہے مثلاً کوئی شخص ہالت مختصہ میں مبتلا ہو جس سے خوف ہلاک ہو تو اس مختصہ کو دفع کرنے کے لئے غذا خریدے یا جنگل سے میوے وغیرہ چکار کھائے یا شکار کرے۔ غرض کہ ان مختلف طریقوں سے کوئی ایک طریقہ دفع ہلاک کے لئے اختیار کرنا ضرور ہو گا اور اگر سب طریقے مسدود ہوں اور ایک ہی طریقہ کہلا ہو مثلاً خریدی غذا کا تو اس پر واجب ہو گا کہ کچہ خرید کر کھائے انہی۔ دیکھئے جب کل احادیث خصوصاً ناسخ حدیثوں کے محال کرنے کے سبب طریقہ مسدود ہو گئے اس لئے کہ لاکھوں حدیثیں مفقود ہو گئیں تو اب واجب یہی ہے کہ فقہ کی تقلید کی جائے جس کے خلاصہ احادیث ہونے کا ظن غالب ہے کیونکہ بخاری وغیرہ پر ظن غالب ہے کہ نہیں ہو سکتا کہ کل احادیث کا مجموعہ یا خلاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لاکھوں علماء باوجودیکہ صحاح ستہ کو خوب جانتے تھے مگر مذہب ہی کی تقلید کرتے رہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ لائق ہے کہ ابتداءً کن لوگوں نے ترک تقلید کر کے خود سری اور تحقیق کا دعویٰ کیا کہ سب احادیث و تواریخ سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ وہ تھے جنکو صحابہ نے خوارج کا لقب دیا تھا ہر چند اس لفظ کے اور بھی معنی ہیں مگر اس لحاظ سے بھی یہہ لفظیہ صادق آجاتا ہے کہ وہ تقلید سے خارج ہو گئے تھے بہنا نسبت مقام تھوڑا سا حال اونکا یہاں لکھا جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما میں متعدد جنگ ہوئے اور یہہ تجویز قرار پائی کہ طرین سے حکم مقرر ہوں اور اوکلی رائے فیصلہ قرار پایا۔ یہہ بات اون لوگوں کو ناگوار ہوئی جنکو کمال تقویٰ اور علم کا دعویٰ تھا وہ لوگ علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کو کہہ کر علحدہ ہو گئے کہ ہم تمنا خدا سے تعالیٰ کا کام ہے جب علی رضی اللہ عنہ دوسرے کے حکم پر راضی ہوئے تو وہ کافر حلال لدم ہو گئے اب اونکی اتباع اور تقلید جائز نہیں۔ ابوالفرج ابن جریر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ یہہ لوگ اپنے کو علم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فریاد کرتے تھے ہر چند ابان عباس رضی اللہ عنہ نے اون سے کہا کہ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ شام ہجیرین، انصار ہجیرین، جن میں قرآن نازل ہوا وہ تم سے زیادہ قرآن کے معنی جانتے

ہیں اور ان کے جیسا ایک شخص بھی نہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور کئی سوال کئے جن میں ایک یہ تھا کہ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے ان الحكماء لا اله الا الله اور علی نے آدمین کو حکم مقرر کیا آدمین کو حکم ہے کیا تعلق تلبیس التلبیس کی یہ عبارت ہے۔ قالوا اما احدنا نحن فاننا حكم الرجال في امر الله وقد قال الله تعالى ان الحكم الا لله فما شان الرجال والحكم بعد قول الله اور اس میں لکھا ہے کہ خواجہ مین سے حرقوس وغیرہ نے علی کرم اللہ وجہہ سے کہا لا حکم الا لله آپ نے بھی فرمایا لا حکم الا لله یہ سنکر اس نے کہا جب یہی بات ہے تو تو بکر و اور اپنے فیصلہ سے رجوع کرو اور اگر ایسا نہ کرے تو ہم تم سے جنگ کریں گے۔ لکھا ہے کہ جب جنگ شروع ہوئی تو خواجہ کی فوج میں ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ تھمیلو اللقاء الرب الروحاح الروحاح الى الجنة یعنی اپنے رب سے ملنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور چلو جنت کی طرف جلدی چلو۔

بڑی جہت کا مقام ہے کہ وہ کیسے قوی الایمان لوگ تھے کہ راہ خدا میں جان دینا اور پھر ذرا بھی گراں نہ تھا بآئہ اور ان کے یہ چند گراں بہا معنی خیز الفاظ اس کے دلی دلوں کو کس قدر جنت سے بیان کر رہے ہیں کہ اولی عمر کا وہ ایک ہی دن تھا جس میں عمر عجمی کی سعی اور جان فدا کی تیس پچیس نظر ہو گیا تھا۔ اولیٰ ایمان اور صدق ہرگز گوارا نہیں کرتا تھا کہ وہ دن اٹل جیسے موت کی تاخیر نہ وہ ایک صدہ جانا کا وہ سمجھتے تھے جو قصور اور جنت کے تمام ماں ان پیش نظر ہو گئے تھے کہ اب کوئی دم میں وہاں پہونچ کر مصائب و موبی سے بیکدوش ہو جائے کہ ہیں اور خدا نے تعالیٰ کی ملاقات جس کی متاع عمر بھر رہی اب ہونے کو ہے۔ مگر افسوس سن رہے کہ بزرگان دین کی زمین اور خود سری و ترک تقلید نے سب آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا اور بجائے جنت کے دنیا کا مستحق بنا دیا۔ اگرچہ ان کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تقلید کر لیتے تو وہ آرزو میں پوری ہو تین ملک اور اسے بھی زیادہ کہتے تھے اور جاتے۔

کہا ہے کہ جب نہروان برکئی بڑا زوردار مار سے لگے تو عبد الرحمن بن ملجم نے غیر سے اپنے مقتول رفقا کا ذکر کیا کہ ہا کہ وہ ایسے لوگ تھے کہ جب کو خدا کے معاملہ میں کسی کی مخالفت کا خوف نہ تھا وہ تو نہ قصد کو کیا ہر شخص لگے اب ہم کو چاہئے کہ اپنی جان میں دیکر اپنے لئے بھگ

جنت خرید لین اور ان گمراہ الئم یعنی علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہ رضہ کو قتل کر کے بندگان خدا کو راحت پہونچانے میں جتنا نیکہ منظمہ میں یہ عہد و میثاق موکہ پہو کہ ابن ملجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور برک معاویہ رضہ کو اور عمرو بن ابی سلمہ کو ایک ہی روز قتل کر ڈالیں چنانچہ ابن ملجم ششقی کو نہ کو گیا اور اپنا معاہدہ پورا کیا

اوس کے استقلال کا حال لکھا ہے کہ جب وہ قتل کے لئے قی خانہ سے نکلا گیا تو عبداتہ بن جعفر رضہ نے اوس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے مگر اوس نے اُت نہ کیا پھر گرم گیم سیخیں ہاتھوں میں پھیری گئیں جب بھی استقلال کو نہ چھوڑا بلکہ کمال استقلال سے سورہ اقرار کی قرات شروع کی اور یہ حالت تھی کہ اوس ہر آنکھوں سے خون بہہ رہا ہے اور آنکھیں نکل پڑ رہی ہیں اور اوس زبان پر سورہ اقرار جاری ہے یہاں تک کہ اوس سورہ کو ختم کیا اوس کے بعد زبان کاٹنے کے لئے پچھاڑا گیا اوس وقت ہر ذرعہ و ذرعہ کرنے لگا جب اوس کا سبب پوچھا گیا تو کہا مجھے گوارا نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت گزرے کہ جس میں خدا سے تعالیٰ کا ذکر نہ کر سکوں اور فی الحقیقت کثرت عبادت اوس کے چہرے سے نمایاں بھی تھی کثرت جود سے اوس کی پیشانی پر کھٹا ہو گیا تھا خارج کا اعتقاد اوس کی نسبت یہ تھا کہ آیت شریفہ ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء ملکا اوس کی شان میں نازل ہوئی تھی

ہم خیال اہل مذہب تو اوس کی توفیق کرتے ہی ہونگے اوس کی بکد اوس کے تمام مذہب والوں کی جان یہ تھی کہ جو شخص بے گناہ اوس کے تقویٰ اور استقلال اور قوت ایمانی کا قابل ہو جائیگا کیوں نہ ہو خود مدینہ اوس کی کثرت عبادت کا ذکر ہو گیا کہ اس روایت سے ظاہر ہے۔ عن ابی سعید رضہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یخرج قوم فیکم تحقر و ان صلواتکم مع صلواتہم وصیاءکم مع صیاءہم و اعمالکم مع اعمالہم یقرؤن القرآن ولا یجاہدوا جہادہم یموتون من الدین کما یموت السہم من الریثۃ اخر جہاد فی الصحیحین وعن عبد اللہ ابن ابی اوفی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الخواص ج کلاب الناس کذا فی قلبیس ابلیس کا ابن الجوزی رحمہ اللہ نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں

ہجئے کہ جن محدثین کے نام صحیح حدیثوں کی اسناد میں داخل ہیں جنکی صداقت بیان کو
ثبوت حاصل ہے کہ حدیث کو سامع کے اعتقاد میں صحیح اور واجب العمل بنا دیتی ہے
میں میں کے اکثر حضرات فقہ حنفیہ کو مطابق حدیث اور قابل وثوق بیان کر رہے ہیں
اس جرم غفیر کے اجار کے وثوق پر یہ کیوں نہ کہا جائے کہ جو مسائل فقہیہ بخاری وغیرہ
مخالفت میں دراصل اون احادیث صحیحہ کے موافق جو امام بخاری وغیرہ متاخرین رحمہ کو
بن ہو چکے ہیں تو ضعیف بنکر اور اون حضرت کے زمانہ میں وہ سب صحیح اور واجب العمل تھے
بلکہ بخاری و مسلم کی حدیثوں کو صحیح بنانے والے حضرات جب فقہ حنفیہ کو مطابق ایجاد
کر رہے ہیں تو بخاری و مسلم کو صحیح ماننے والوں کو اس بات کا ظن غالب ہونا ضرور ہے
فقہ حنفیہ واجب العمل ہے اور بخاری وغیرہ میں وہ حدیثیں موجود تھیں جنکے مطابق
فقہ حنفیہ ہے اور اگر یہ ظن پیدا نہ ہو تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ بخاری وغیرہ کی صحت
بھی حسن ظن نہیں ہے۔

س میں شک نہیں کہ صحیح حدیثیں واجب العمل ہیں اور موضوع حدیث پر عمل درست نہیں
اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو حدیث صحیح ہو واجب العمل ہے چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
یہ کہ طریقہ عمل سے معلوم ہوا کہ عمل بالاجتہاد کو عمل بالحدیث پر ترجیح دی۔ اور اگر ہر صحیح
حدیث واجب العمل ہوتی تو امام بخاری رحمہ لاکھ صحیح حدیثیں ضرور جمع کر دیتے جو انکو یا تمہیں
نہ ہر ایک پر لوگ عمل کریں۔ اگر کہا جائے کہ امام بخاری نے واجب العمل انہی حدیثوں کو کہا
بخاری شریف میں ہیں تو ہم کہیں گے یہ سمجھنا اونکا اجتہاد تھا دوسرے مجتہدین پر حجت
میں ہو سکتا جس طرح انہوں نے ان احادیث کو واجب العمل سمجھا دوسرے مجتہدین نے
دوسرے صحیح حدیثوں کو سمجھا۔ پھر بخاری میں بھی تو کل حدیثیں واجب العمل انہیں ہیں جیسا کہ
بھی معلوم ہوا کہ سورۃ واللیل کی روایت پر عمل نہیں۔

خاکہ صحیح بخاری کی مخالفت سے منقلدین پر یہ الزام نہیں آسکتا کہ اونکا مذہب مخالف
حدیث ہے۔

پھر بخاری شریف ایسے زمانہ میں لکھی گئی کہ لاکھوں صحیح حدیثیں مفقود ہو گئیں جو آئمہ اربعہ

دن نے نظر انداز کر دیا ہو گا اور ابن مبارک رحمہ اللہ فی الحدیث جو ہم بحر صاحب کی خدمت میں رہے کیا بغیر ان اعلیٰ درجہ کی منتخب حدیثیں جاننے کے اہل لغوین الحدیث مسلم ہو گئے ہونگے۔ لہٰذا ہمیں غرض کہ متعدد اور مختلف قرائن و وجوہ سے ثابت ہے کہ بخاری شریف میں جتنی حدیثیں ہیں خصوصاً وہ حدیثیں جن سے احکام فقہیہ متعلق ہیں امام صاحب کو پہنچنے اور اجتہاد کے وقت وہ ضرور پیش ہوئی تھیں کیونکہ متعدد روایات کی شہادتوں سے ثابت ہے کہ جن احادیث سے مسائل فقہیہ کا تعلق ہے ان کو امام صاحب خوب جانتے تھے۔

یہ کہنا چاہئے کہ بخاری شریف کی حدیثیں اجتہاد کے وقت اگر پیش نظر تھیں تو بعض ماکل فقہیہ خلاف اہل احادیث کے کیوں ہوئے جس کی وجہ سے حامل بالحدیث فقہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہر ایک اجتہادی مسئلہ سے جتنی حدیثیں نطق ہوتی ہیں اجتہاد کے وقت سب پیش نظر رکھی جاتی تھیں اور جتنا سا یہ لغت و محاورات عرب وغیرہ امور کی ضرورت ہوتی ہے سب فراہم وہیا ہوتا تھا اور وقت تمام امور میں تدبیر کے ایک ایسی بات نکالی جاتی تھی جس میں وہ تمام امور ملحوظ رہیں۔ کام آسان نہیں ہے اس لیے جو سب سے ایک ایک مسئلہ کی تحقیق میں ایک ایک مہینہ رہا کرتا تھا۔ غرض کہ جب اجتہاد میں تمام آیات و احادیث ہر مسئلہ سے متعلق پیش ہوتی ہیں اور ان کے ہر باب پر نظر ڈالی جاتی تھی تو یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ہر ایک حدیث کا پورا معنی مسئلہ میں لکھ دیا جائے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے آیات و احادیث کے لحاظ سے بعض حدیثیں پوری ترک کر دی جاتی ہیں جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

عنہ رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہوئی حدیث پر عمل کیا اس طرح بعض حدیثیں رضی کی مسائل فقہیہ میں متروک العمل ہوئیں اور یہ اجتہاد کا لازمہ ہے۔

بہ اللہ البالغہ میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رہنے لکھا ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث صحیح ہو پختہ پر بھی مجتہد کو ظن غالب نہیں پیدا ہوتا اس لئے وہ اپنے ہاؤ کو ترک نہیں کر سکتا بلکہ حدیث پر طعن کرتا ہے جیسا کہ صحاح ستہ میں یہ روایت ہے۔

فاطمہ بنت قیس رحمہ اللہ عمرہ کے روز بروز یہ گواہی دین کہ جب میرے غور نے مجھے تین طلاق دین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے نفقہ مقرر فرمایا نہ سکئی، ہم غور نے فرمایا کہ میں ایک عورت کے کہنے کے کتاب اللہ کو نہیں چھوڑ سکتا بلکہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ ایسے طلاق کے لئے نفقہ بھی دلایا جائے اور سکئی یہی، اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی فرمایا کہ اسے فاطمہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتی ہو؟

اب دیکھئے کہ جب قاعدہ مسئلہ صحابہ کل عدول ہیں البتہ خیال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جھوٹ کھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرار کیا اور یہ بھی ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف قرآن حکم کیا ہوا سوائے یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ یا تو یہ حکم قبل نزول آیہ طہ ہو گا یا اوس موقع کی کوئی خصوصیت تھی جبکہ حضرت ہی جانتے تھے بھر حال مجتہد کو ایسے مواقع میں اجتہاد سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے اسوجہ سے عمرہ نے او صحیح حدیث کو ترک کر کے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر صحیح حدیث قابل عمل نہیں ہو سکتی بلکہ اجتہاد کی ضرورت باقی ہے۔

یہی بات اس روایت سے بھی ظاہر ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال عمر رضی اللہ عنہما ای اقرؤنا ما انا لندع من لحن ابی وانی یقول اخذت من فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا اترکہ بشئ قال اللہ ما ننسخ من آیت و ننسہا نأت بخی منها او مثلھا رواہ البخاری یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر چند ابی وہ ہم سب سے زیادہ قرا جانتے ہیں مگر جس بات میں انہوں نے خطا کی ہے اوس کو ہم ضرور ترک کر دیں گے وہ کہتے ہیں کہ فلاں آیت کو میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سُن چکا ہوں اس لئے نہیں اوس کو کسی وجہ سے یعنی کیسی ہی دلیل اوس کے مقابل میں پیش ہو نہ چھوڑوں گا۔ وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ما ننسخ من آیت الا یہ لینے ہم کس آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اوس سے بہتر یا اوس کے مثل دوسری آیت نازل کرتے ہیں یا نفی اب دیکھئے کہ باوجودیکہ ابی وہ جس آیت کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُن چکے تھے اوس کا ذکر نہ فرماتا اور یہی وجہ تھی کہ اوس کے ترک کو حرام سمجھتے تھے

اور عمر رضی اللہ عنہ اور پھر زور حکومت والے غلیفہ وقت کی مخالفت کی کچھ پروا نہ کی مگر عمر
نے بھی اپنے جرمی اجتہاد کے مقابلہ میں اس کے جرم کی کچھ پروا نہ کی اور اپنے اجتہاد پر ہی کو
زوجہ دی اس سے ایک بات اور معلوم ہوئی کہ صحابہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
سے جو کچھ سن لیتے یا کسی فعل کو آپ کے دیکھ لیتے دوسری روایت یا قرآن کی وجہ سے اپنی
مردی حدیث کو ترک نہیں کرتے تھے اور بمصدقہ لیس الخبر کا اجماع مقتضی طبعیت بھی
یہی ہے۔ مگر متحدین کا فرض منصبی ہے کہ دوسری احادیث و آیات و قوانین وغیرہ پر غور و فکر
کر کے ایک ایسی بات منقح کریں جس کے مطابق واقعہ اور حق ہونے کا ظن غالب ہو جائے
اور اس اجتہاد میں کوئی صحیح حدیث قصداً ہی ترک کر دیں تو اس کے مجاز میں حبس یا عتاب
کے بیان سے واضح ہے۔

ابو داؤد میں یہ روایت ہے عن الزہری ان عثمان بن عفان مرصاً اتم الصلوۃ
بمخنی من اجل الاعراب لا یجو کثروا احامئذ فصلی بالناس اسبعاً لیل علیہم
ان الصلوۃ اسبع یعنی عثمان نے مئی میں نمازوں میں قصر نہیں کیا اور پوری
چار رکعتیں پڑھیں اس وجہ سے کہ اس سال بد و بہت سارے حج کے لئے آگئے تھے
اس چار رکعت پڑھنے سے اس کی تعلیم مقصود تھی کہ ظہر عصر اور عشا کی چار چار رکعتیں ہیں
دیکھئے تمام حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مئی میں قصر فرمایا تھا
مگر عثمان نے اپنے اجتہاد اور اسے سے اور حدیثوں پر عمل نہیں کیا۔ اس سے ثابت
ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد سے کسی حدیث کو ضرورتاً ترک بھی کر سکتا ہے۔ یہی روایت ابو
لحمی گئی کہ جن لوگوں نے صانا صانا کہا تھا خالد بن ولید نے جو امیر شکر تھا امین کے قتل
کا حکم دیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اجتہاد سے اس کے حکم کو نہیں مانا حالانکہ متعدد حدیثوں
سے ثابت ہے کہ اطاعت امیر کی واجب ہے۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ اگر مجتہد
کسی لحاظ سے حدیث پر عمل نہ کرے تو وہ اس کا مجاز ہے۔

اور پر بھی مذکور ہو کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اقتلوا المشرکین حبلاً وھباً ثم یمسک
مشرکین جان طین او کو قتل کرو لو مگر نیل الاوطال میں علامہ رشوکانی نے فرمایا ہے کہ صحابہ

صحابہ اور بیان کا قتل قیاس سے ممنوع ہے حالانکہ یہ لوگ اعلیٰ درجہ کے مشرک ہیں۔
یہ روایت بھی اور مذکور ہوئی کہ ابن عمرؓ نے ابن عباسؓ کے مقابلہ یہ حدیث پیش کی
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسیت یعدن بلبعض
بکاء اہلہ علیہ اور بھی روایت عمرؓ سے بھی مروی ہے مگر عائشہؓ اور
ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما نے اپنے اجتہاد سے اس کو قبول نہیں کیا۔ اور ابن عمرؓ بھی کہتے
ہو گئے۔

اب وہ کہتے کہ صدیق اکبرؓ عرفان عثمان ذی النورینؓ عائشہ صدیقہؓ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ رضی اللہ
عنہم کے طریقہ عمل سے ثابت ہے کہ اگر مجتہد کو کوئی صحیح حدیث قیاس صحیح شرعی کے معارضہ
ہو تو وہ اس کو متروک العمل کرنے کا مجاز ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ یہی وہ (الذکر)
فقط فقہاء ہی پر نہیں ہے بلکہ محدثین نے بھی اس باب میں اس لئے زیادہ حصہ لیا ہے وہ
اپنے اجتہاد سے نفس حدیث ہی کو متروک بنا دیتے ہیں۔ کتب احادیث موضوعہ میں دیکھ
لیجئے کہ ایسی حدیثیں جنکو محدثین نے اپنی کتابوں میں درج کیا اور ان کا اعتبار بڑھانے
کے لئے اسناد میں بھی اور ان کے ساتھ ذکر کیں اور مدتوں وہ حدیثیں کلام نبویؐ سمجھی گئیں
اور علما استلال اون سے کرتے رہے۔ پھر بعض محدثین نے جو فن حدیث میں مجتہد بنائے
جلتے تھے ان حدیثوں کو موضوع قرار دیا یعنی حدیثوں سے ہی ان کو خارج کر کے
بالکلیہ متروک ہی کر دیا اگر اس کی تصدیق منظور ہو تو موضوعات ابن جوزیؒ کو دیکھ لیجئے
انہوں نے اجتہاد سے موضوع حدیث پہچاننے کا یہ قاعدہ بھی بیان کیا جسکو امام سیوطیؒ
نے تدریب الراوی میں نقل کیا ہے کہ اکثر ایسی حدیثوں کے سننے سے جسم پر بال
کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل میں اوس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

ابن جوزیؒ نے جو علامت بتلائی ہے کہ موضوع حدیث سننے سے اکثر نفرت پیدا ہوتی
ہے وہ وقت اجتہادی کے طرف اشارہ ہے جو خدا و رسول کا کلام ایک مدت دراز تک
سیکھنے اور تحقیق کرنے کے بعد پیدا ہوتی ہے جس سے آدمی اور باتوں کو فوراً پہچان
جاتا ہے جو خلاف مرضی خدا و رسول ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کس و ناکس اس علامت

۱۔ موضوع حدیث پہچان سکتا ہے دیکھ لیجئے سید احمد خان صاحب اپنی تصانیف
 ۲۔ حوروں سے کسی نفرت ظاہر کرتے ہیں بیان تک لکھ دیا کہ اگر حوروں کے ساتھ
 حاملہ ہو تو ہمارے شراب خلنے جنت سے ہزار درجہ اچھے ہیں۔

۳۔ سفی کی مزاوت اور حکیموں سے جوش اعتقاد ہی کا نتیجہ ہے کہ اپنے دین کی کھلی کھلی
 بن قابل نفرت سمجھی جاتی ہیں اگر اس قسم کی نفرت معتبر ہو تو حدیث تو کیا انغوز باشد قرآن
 موضوع کہتا ہے۔

۴۔ اس قسم کے اجتہادوں سے نفس حدیث ہی متروک ہو جاتی ہے پھر اگر فقہا نے
 سب سے احادیث و آیات کے لحاظ سے کسی حدیث کو متروک العمل قرار دیا تو کیا ہوا۔
 ۵۔ تو کسی سخت ضرورت کے وقت جب دوسری احادیث و آیات متعارض ہوں تو
 یہ حدیث کو متروک کرتے ہیں۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے تو ایسا طریقہ ایجاد کیا کہ بے سبب
 مدعا بلکہ ہزار احادیث متروک العمل اور ساقط الاعتبار ہو گئیں یعنی سخت حدیث کیلئے
 ۶۔ شرطیں لگائیں کہ ہر صحیح حدیث جان بر نہیں ہو سکتی۔ گو امام مسلم رحمہ اللہ نے ویسا ہی
 ۷۔ ض شروط کی نسبت اذہن سخت اعتراض کیا مگر امام بخاری رحمہ اللہ کے مقابلہ میں اونکا اجتہاد
 ۸۔ نہ سبکا اور نہ ہزار صحیح حدیثیں متروک العمل ہو گئیں اب اہل انصاف خود سمجھ سکتے ہیں
 ۹۔ ری شریف کی چند حدیثیں امام صاحب کے اجتہاد سے بلحاظ اشد ضرورت متروک
 ۱۰۔ عمل ہوں تو کیا مضائقہ پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد سے جو شرطیں لگا کر بہت
 ۱۱۔ حدیثوں کو متروک العمل کر دیا اور ہاؤن کے اساتذہ کا اتفاق ثابت نہیں ہو سکتا
 ۱۲۔ خلاف امام صاحب کے اجتہاد کے کہ اوسکی توفیق امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ اور اوس
 ۱۳۔ اند کے اکابر محدثین کی گواہیوں سے ثابت ہے اور ان گواہیوں سے حنفیہ کو
 ۱۴۔ مینان کامل حاصل ہو گیا کہ ہمارے امام نے اجتہاد میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت
 ۱۵۔ لیا اور جن آیات و احادیث سے جس قدر احکام لینے کی ضرورت تھی سب فقہین
 ۱۶۔ خل کر دئے اور جن احادیث کو متروک العمل سمجھا وہ اوسکے اجتہاد کا مقتضی تھا
 ۱۷۔ یکے وہ مامور تھے۔

یہ بہت اہل علم پر پختہ نہیں کہ جب کسی مسئلہ میں احادیث بکثرت وارد ہوں اور توثیق
محکم نہ ہو تو بعض احادیث کو متروک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے فقہاء نے اس باب میں
وہ طریقہ اختیار کیا جو صدیق اکبر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اونکو دکھلایا تھا کہ
مضمون پر غور کر کے اجتہاد اور قیاس سے کام لیا جائے یعنی اگر کوئی حدیث دوسری احادیث
اور قیاس صحیح اور آیت کے خلاف ہو تو وہ حدیث ترک کر دی جائے اور امام بخاری وغیرہ
محدثین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس حدیث کی اسناد میں وہ شرطیں پائی جائیں جو خود
نے مقرر کئے ہیں تو وہ واجب العمل ہے اور جس میں وہ نہ پائی جائیں تو وہ متروک
العمل ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ وغیرہ نے حدیث مرسل کو ساقط الاعتبار کر دیا اور امام
مالک اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مرسل بھی صحیح حدیث ہے اور
کل صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے چنانچہ دوسری صدی کے آخر تک سب علماء اسکو
قابل قبول سمجھتے آئے اور کسی امام فریق سے اس بات کا انکار مردی نہیں کہ ان فی تدریب
الراوی للسیوطی رحمہ اور کشف بزدوی میں لکھا ہے کہ مرسل کے قابل قبول ہونے پر
کل صحابہ کا اتفاق ہے اور وہ اس قدر کثرت سے ہیں کہ جو جمع کئے گئے ہیں وہ قویہ
سیچاس چرکے ہیں۔ اگر یہ قاعدہ ٹھیکہ دیا جائے کہ مرسل قابل قبول نہیں تو اتنی چیزیں
بیکار ہو جاتی ہیں حالانکہ محدثین نے منقذین اونٹھاکراونکو محفوظ رکھا۔

امام بخاری وغیرہ کو چونکہ احادیث کی تعلیل منظور تھی اسلئے مرسل پر یہ الزام لگا کر ساقط
الاعتبار کر دیا کہ راوی نے جب سلسلہ اسناد میں کسی کا نام چھوڑ دیا تو یہ معلوم نہیں کیا
کہ شخص متروک عدل و ضابطہ تھا یا اس اسناد کی وجہ سے حدیث ساقط الاعتبار ہو
فقہاء کہتے ہیں کہ جس راوی نے ارسال کیا اس کا حال دیکھنا چاہئے۔ اگر وہ ثقہ
عدل ہے اور اہل قرون ثلثہ میں سے ہے تو اس کی حدیث مرسل قابل اعتبار ہے
کیونکہ صحابہ کی مرسل کو محدثین مانتے ہیں اور اونکا منشا صرف حسن ظن ہے تو قرون ثلثہ
کے نقاب جو بشر بالغین ہیں اس حسن ظن سے کہیں محروم رکھے جائیں حالانکہ صحیح حدیث
ہے۔ عن ابن عمر عن ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما خطب بالجایۃ

ہو، قام فیما یرسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامی فیہ کو فقال جناب
اصحابی خبراً فقال الذین یلونہم فقال الذین یلونہم فقال الذین یلونہم فقال الذین
الامام احمد فی مسندہ البتہ اس حدیث شریف کی رو سے قرون ثلاثہ کے
لے مریسل نہ مان جائیں تو اس کے لئے ایک وجہ نکل سکتی ہے کہ شیخ کذب

بشرین اسکو بھی مانتے ہیں اگر کوئی ثقہ کسی ایک راوی کا نام نہ بیان کرے بہم طور
سے کہ مجھے ایک ثقہ یا عدل یا ایسے شخص سے روایت پہنچی ہے جسے میں جوہر
نہ کہتا ایسی روایت بھی مقبول ہے حالانکہ جس طرح مرسل میں نام چھوڑا جاتا ہے
میں بھی چھوڑ دیا گیا اور جس طرح مرسل میں متروک الاسم کی تحقیق نہیں ہو سکتی
روایت میں بھی مقبول الاسم کی تحقیق نہیں ہو سکتی اور جس طرح یہاں راوی کا ثقہ
نہ ہوا ہے جس کے اعتبار پر متروک الاسم ثقہ مان لیا جائے اس طرح مرسل میں بھی
کرنے والے کی شرائط میں داخل ہے کہ وہ ثقہ متدین بلکہ قرون ثلاثہ میں ہو اور
شخص ہو کہ حسب تہذیب کا گمان نہ ہو مثلاً حسن بصری رحمہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
توہر شخص سمجھتا ہے کہ انہوں نے کسی صحابی کا نام کسی مصلحت سے ترک کر دیا چنانچہ
ب الراوی میں انام سیوطی نے یونس بن عبید رحمہ کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے
حسن بصری رحمہ سے میں نے پوچھا کہ حضرت آپ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہد یا کر
الانکہ آپ نے حضرت کا دانہ نہیں پایا فرمایا تم نے ایک ایسی راز کی بات پوچھی کہ اگر تمہارا
خصوصیت نہ ہوتی تو اسکی وجہ بھی نہ بتلاتا بات یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ ہم کس زمانہ میں
یعنے حجاز کی حکومت ہے اس وقت میں علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لے سکتا اسلئے
ایتین علی رضی اللہ عنہ سے مجھے پہنچی ہیں امن میں حرث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
مہدیاکرنا ہلند غرض کہ جب ایسے مستند شخص ارسال کریں تو انکے اعتبار پر متروک الاسم
ثیق مان لینا کوئی نئی بات نہیں بلکہ بعض وجوہ سے تو مستند پر بھی مرسل کی فضیلت
ت ہو تو اسلئے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جو شخص ایسی بات کہتے ہیں

وسلم کی طرف منسوب کرے جو حضرت نے نہیں فرمایا تو وہ ووزخی ہے پھر جب ارسال
 کیے گئے ولسے متدین اور عدل ہوں تو جب تک یقینی طور پر اوکو ثابت نہ ہو کہ وہ حدیث
 حضرت ہی کا ارشاد ہے کبھی اس کی روایت کرنے پر جرات نہیں کر سکتے اس سے
 ظاہر ہے کہ جس راوی کا نام و نہ جان لے کر نہیں کیا وہ اس کے نزدیک کمال درجہ کا
 ثقہ و مضابط ثابت ہوئے گا وہ اس کا نام ذکر نہ کرے اس کی توفیق کا وہ نہ ہے
 بین اور یہ کہ وہ ہے ہین کہ ہماری تحقیق میں وہ شخص ایسا مسلم ہو چکا ہے کہ وہ تحقیق کیا
 ضرورت نہیں بخلاف اس کے جب نام کو ذکر کر دیا تو وہ اس ذمہ داری سے
 سبکدوش ہو گئے کشف بزدوی میں جن بصری کے قول نقل کیا ہے کہ جو حدیث چار صحابہ
 سے سنی ہوئی ہے یا وہ اس کو ارسال کر دیا کرتا ہوں اور اس میں لکھا ہے و عن
 الحسن رجاہ قال منی قلت لکھو حدیثی فلان فموجود شدہ و متی
 قتلت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعنا من سبعین
 او اکثریہ حسن ابھی رہ رہ کہتے ہیں کہ جب میں مدنی ظن کرتا ہوں تو وہ حدیث
 انہی شخص سے سنی ہوئی ہوتی ہے جب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہوں
 تو انہی میں سے کسی سے زیادہ شخصوں سے سنی ہوئی ہوتی ہے غرض کہ متدین راویوں
 کو جب تک پوینہ طور سے ہمینان نہیں ہوتا وہ ارسال نہیں کرتے اسی وجہ سے
 انہی محدثین کی مقبول ہے جو ثقہ متدین ہوں اور قرون ثلث میں ہوں۔ بہر حال متروک
 و مسموم و مجعول یا سحر میں فرق کرنا ترجیح بخلاف ہے۔

اگر کسی راوی کے روئے ظن جن ظان تو محدثین جانتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہوتا
 کہ کوئی راوی ترک ہو گیا ہو کیونکہ کوئی لفظ اس میں ایسا نہیں جس سے سلیق ثابت ہو پھر
 اگر کسی راوی کا نام فی الواقع ترک ہو گیا ہو تو اس میں وہی جہالت ماننی چوگی
 جو اسانہ قریبہ از جو اس کے محدثین اس قسم کی روایت کو لے جاتے ہیں پھر فقہانے اگر
 اس کو متدین راوی کے محمولہ پر مان لیا تو کوئی نئی بات ہوگی۔
 حدیث متعن میں محدثین کہتے ہیں کہ اگر دو ہوں شخص ایک زمانہ میں ہوں تو حسن ظن سے

یہ کہا جائیگا کہ دونوں کی ملاقات ہوی ہوگی اس وجہ سے اسکو متصل اور صحیح کہتے ہیں
 مگر امام بخاری رحمہ اللہ کا احتیاط ہے کہ جس طرح اوصاف ہوگا کہ دونوں کی ملاقات کسی طریقہ
 سے ثابت ہو جائے اور اگر ایک ملاقات یہی ثابت نہ ہو تو وہ حدیث متصل نہ سمجھی جائیگی
 امام مسلم رحمہ اللہ نے یہاں صحیح مسلم میں امام بخاری رحمہ اللہ کی اس شرط پر سخت اعتراض کیا ہے کہ
 چونکہ محدثین کو بھی حتی الامکان صحیح حدیثوں کی تقلید منظور ہے اسلئے اس شرط کی نسبت
 فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس شرط سے اتصال بخوبی ظاہر ہے۔ کیونکہ معاشرت کی قوت
 سے جب حسن ظن پر اتصال کا حکم کیا جاتا ہے تو حالات کے نسبت ثابت ہونے پر
 بطریق اولی اسکا اتصال ثابت ہوگا۔

یعنی تو حتمی شروط زیادہ لگائی جائیں اتصال اور صحت کے قرائن زیادہ ہونگے مثلاً یہ شرط
 لگادی جائے کہ ہر روایت میں حدیث اور خبر ناکی ضرورت ہے تو حدیث معنعن میں جو عدم
 ملاقات کا احتمال ہے وہ باقی ہی نہ رہتا۔ اور جس طرح دخل میں لکھا ہے کہ بخاری میں ایسی
 روایتیں ہیں کہ صحابی سے دو تابعی روایت کئے ہیں پہر تابعی سے دو تابعی اسے یہ طریقہ امام
 بخاری تک ہر استاد سے دو دو شاگردوں نے روایت کی ہے یہ اتہام اور التزام اسوجہ سے
 کیا گیا ہے کہ شہادت علی الشہادت کی شرط صادق آجائے اٹھی اگر فی الواقع بخاری میں اس شرط
 کی پابندی ہوتی تو صحیح حدیثوں کی تقلیل بخوبی ہو جاتی۔ اور صحت میں قوت بھی ہوتی مگر تریب
 الراوی میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ التزام نہ نہیں کیا تھا۔ صاحب دخل وغیرہ کو اس
 بیان پر حرج ات اس وجہ سے ہوی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح حدیثوں کو کم کرنے کی غرض سے
 احتیاط کا مسلک اختیار کیا ہے اور چونکہ روایت کرنی بھی ایک قسم کی گواہی ہے کہ گویا
 راوی استاد کے بیان پر گواہی دیتا ہے کہ میں نے خود اس کی زبانی سنا ہے اسلئے اس
 بیان پر اگر ایک گواہی کی ضرورت ہے جیسے شہادت علی الشہادت میں ہوا کرتا ہے تو اس
 احتیاط کا سکا۔ یہی تھا جو صاحب دخل نے حسن ظن سے امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف نسبت
 کیا اور اس سے بڑا ہوا حسن ظن یہاں تک ہے کہ کب مالایلیع المحل من جملہ
 میں ظاہر کیا ہے جس سے تریب الراوی میں نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ شخص نے صحیح حدیث

کی توجہ شرط اردی ہے اور صحیحین میں اسکا التزام بھی کیا ہے کہ وہی حدیث ذکر کرتے ہیں
 کہ اس حدیث سے علی التعلیل و سلم سے دو صحابی یا زیادہ اس کو روایت کئے ہوں اور یہ صحابی
 سے چار تابعی روایت کریں اور تابعی سے چار شخصوں سے زیادہ راوی ہوں اس لئے
 فی الحقیقت اگرچہ شرط لگائی جاتی تو اعلیٰ درجہ کی صحت ہو جاتی اور صحیح حدیثوں کی پوری
 تعلیل ہو جاتی مگر اس کے ساتھ ہی بخاری شریف کا حجم بھی بہت کم ہو جاتا اور شاید
 بیست حدیثیں اس میں رہیں یا تین بھی نہ رہیں اس لئے تدریب الراوی میں شیخ الاسلام
 کا قول نقل کیا ہے کہ تمام بخاری میں اس شرط کی ایک حدیث بھی نہ پائی جا سکی تھی۔
 ہر چند امام بخاری رحمہ اللہ نے صحت حدیث کی شرطیں بڑا دی ہیں جن سے تعلیل صحاح منطوق
 مگر انکا یہ مقصود نہیں کہ کوئی صحیح حدیث باقی ہی نہ رہے جس کے در باطن مقنعہ کا مقصود
 ایسی ہے انہوں نے اس قسم کی شرطیں لگائیں چنانچہ ابوعلی جبائی مقنعہ کی کا قول ہے کہ
 اگر کوئی خبر ایک عمل بیان کرے تو وہ قبول نہ کی جائے جب تک دو سرے عمل کی
 خبر اس کے ساتھ نہ ملے کی جائے اور استاد ابو نصر بھی نے ابوعلی سے روایت کی ہے
 کہ جب تک چار شخص کسی حدیث کو روایت نہ کریں قبول نہ ہوگی کذا فی تدریب الراوی
 امام بخاری رحمہ اللہ اس تعلیل صحاح سے مقصود یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی حدیثیں موجود
 ہوں تو جو صحت میں بڑی ہو وہ اس پر عمل کیا جائے۔
 تدریب الراوی میں ابن العزری کا قول شرح موطا سے نقل کیا ہے کہ شیخین کا مذہب یہ ہے
 کہ جب تک کسی حدیث کو دو راوی روایت نہ کریں وہ ثابت نہیں اور کچھ مذہب باطل ہے
 بلکہ روایت الواحد عن الواحد صحیح ہے۔ اور ذکر کیا کہ انہوں نے شرح بخاری میں اعتراض کیا
 تھا کہ حدیث اعمال صرف عمر رضی اللہ عنہ سے وارد ہے حالانکہ امام بخاری نے
 شرط لگائی ہے کہ اس میں دو راویوں سے روایت ہونی چاہئے پھر خلاف شرط یہ روایت
 انہوں نے بخاری شریف میں کیوں داخل کی۔ اس پر ابن حبان نے اپنی صحیح کے
 انکشاف میں کہا کہ ابن العزری وغیرہ نے جواد عالمیہ سے کہ شیخین نے جو شرط لگائی ہے
 وہ شرط خود مستحیل ہو چکی ہے کس نے ابن العزری سے کہا کہ شیخین نے وہ شرط لگائی ہے

اگر تصدیق کہیں معنی تو پیش کی جاتی اور اگر استقرہ ہے تو باطل ہے۔ اور ان کو حدیث اعمال ہی سمجھنے کے لئے کافی تھی جو بخاری کی پہلی حدیث ہے جس کو صرف عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے پھر ان سے علقمہ نے اور ان سے صرف محمد ابن ابراہیم نے اور ان سے فقہ کبھی بن سعید نے روایت کی ہے اور کبھی بن سعید کے بعد اس کے راوی بہت ہو گئے ہیں الحاصل گویا بخاری رحمہ نے نہایت حدیث کی شرطین بڑی مٹا دیں مگر عام طور پر جو مشہور ہے کہ ہر روایت کا دو راویوں سے مروی ہونا بھی انہوں نے شرط کیا ہے وہ غلط بلکہ مستحیل الوجود ہے جیسا کہ ابن حبان رحمہ کے قول سے معلوم ہوا۔ امام بخاری رحمہ نے شرط کے بارہ میں ایسا تشدد نہیں کیا جیسا کہ متقلد نے کیا ہے کہ جب تک چار شخصوں سے روایت نہ ہو سچے قابل قبول نہیں دیکھئے جب دو راویوں سے ہر روایت کا ہر طبقہ میں مروی ہونا مستحیل ہے تو چار راویوں سے ہر ایک روایت کا مروی ہونا کیونکر ممکن ہوگا۔ ہر جب ایسی روایتیں ملتیں جن میں تین روایات کو ماقطاً اعتبار کر دینے کا موقع متقلد کو مل گیا اور ازادانہ قمران میں رائے لگانے لگے اور بیسباہی چاہتا ویلین کر کے اپنا مطلب نکالا دین کو درجہ و برتہ کرنے والے جتنے خود غرض نکلتے جاتے ہیں سب کا بھی طریقہ ہے چنانچہ وہ صاف کہتے ہیں کہ بخاری بھی قابل اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ بھی اخبار احاد پر بھی ہوی ہے اس کی حدیثیں متواتر نہیں جو قابل اعتبار ہوں۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ نبی صلی اللہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ہے اور حق تعالیٰ کا خطاب مانتا کہ الوصول لخذ ولا فطہ صحابہ ہی کو نہ تھا بلکہ تمام امت جس طرح قیمو والصلوۃ کی خطاب ہے اس طرح اس خطاب کی بھی مخاطب ہے ہر جب صحیح حدیثوں کے پہنچنے کا راستہ ہی بند ہو جائے تو حضرت کے عطا کئے ہوئے فوائد دارین کے لینے کی کیا صورت اور جہتہ دین وغیرہ کو اس آیت شریفہ پر عمل کرنے کا کیا طریقہ۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا عزوجل کو ہرگز منظور نہیں کہ ایسی شرط لگائے جائیں جن سے امت کو صحیح حدیثوں کے پہنچنے کا راستہ ہی بند ہو جائے یہ بات ظاہر ہے کہ جس کو اپنے نبی کی قدر اور ان کے ساتھ محبت ہو اور اس کو ہر خواہش ضرور ہو کہ اس کے احوال احوال اور عادات

وغیرہ کو صحیح طور پر معلوم کرے کیونکہ آدمی کی فطرتی بات ہے کہ اپنے مقتدر اور محسن کے
 احسانات کو تلاش کرنا ہے دیکھئے جان نثار رہ گیا کو اپنے محسن بادشاہ کے عنایت اور
 احکام وغیرہ معلوم کرنے کا مقدر رشوق ہوتا ہے کہ بعرف از خطہ من امونین شرح ہے جسے ابن
 عربیہ بات قابل تسلیم ہے جو یہ مقتضائے فطرت ہوتی ہے اس کی تکمیل کے بعد
 بھی فطرتی سوتے میں اسنے فطرتی ذریعہ سے صحیح حدیثوں کو پہنچتا بھی ضرور تھا سو بقصد احوال
 وہ موجود ہیں جسکا انکا نہیں ہو سکتا ویکہ بتجسس شخص کی فطرت میں داخل ہے کہ جب اپنے
 مقتدر علیہ برک سے کوئی خبر نہ پاتا ہے تو اسکا یقین آجاتا ہے اسی وجہ سے صحابہ اور تابعین
 و سلفہ اعلیٰ انما نے اپنے بہت سے ذاتی کام جو ذکر تبلیغ انبیاء میں کوششیں کیں تاکہ آئندہ
 آنے والی انسانوں کو شکایت کا موقع نہ ملے کہ ہمارے اسلاف نے ہمکو ہمارے نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اقوال کے نام سے محروم رکھا۔ اگر ان کو یکسر معلوم ہوتا کہ آ
 ایسی غریبوں لگنے والی ہیں جن سے ہماری سب محنت کا ارتھ ہو جائیگی تو ضرور اس سے
 وہ بچاؤ بھی کرتے۔ یا چھ کرتے کہ وہ چار چار حدیث مل کر حدیثیں ہو چکا تے پھر تے
 تاکہ محنت تمام ہو۔ انھوں نے صرف مقتضائے فطرت ہی کو پورا نہیں کیا بلکہ جسے کرہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی بھی پوری تعمیل کی جو حضرت نے فرمایا ہے۔ فلیبلغ
 الشاهد الغائب یعنی ہر ایک حاضر شخص جو کچھ سنے اور دیکھے تو غائب شخص کو پہنچا دے
 تاکہ وہ سمجھے اور یاد رکھے اور عمل کرے اور دوسروں کو پہنچا دے۔ اب دیکھئے کہ اگر ایک
 آدمی کی دوست قابل اعتبار شخص کو حضرت کی خبر فرماتے کہ یہ شخص تیرے دوست ہے اور میرے
 کو یاد ہو وقتیکہ فرماتے کہ جب وہ میرے پہنچا دینے اور دوسروں کو پہنچا دے
 میں کیا کریں سیکرہ کی شہادت فی شخص فلیبلغ الشاهد الغائب کے بعد معنی پہنچا دینا یا
 کہ اس ارشاد سے مراد یہ ہو سکتی ہے۔ بخاری میں ہے جو دو اور وغیرہ میں یہ حدیث موجود
 ہے کہ قبہ میں ایک شخص کی نماز میں ملحقہ کی طرف پڑھتا ہے کہ ایک شخص نے ان کو
 خبر دی کہ قبہ میں ایک طرف متوجہ ہونے کا حکم نازل ہو گیا ہے یہ سنتے ہی عین نماز میں
 الہی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ دیکھئے ایک شخص کی خبر پر کس قدر توجہ ہوا کہ عین نماز میں ان کو

صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث میں جن میں تہوڑی جھوٹ بھی کوئی شامل کر دے تو وہ مستحق دوزخ ہو جاتا ہے۔

یہ بات مشابہ ہے کہ جب کوئی ہندو بقال راستبازی کے ساتھ مشہور ہو جاتا ہے تو تمام ہندو مسلمان اس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور اس کی منہ بولی قیمت دینے میں کچھ تامل نہیں کرتے اور جو چیز اس سے خریدتے ہیں اس وقت ایک اطمینان کی کیفیت اپنے دل میں پالتے ہیں کہ اس میں کوئی دھوکا فریب نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ راست بازوں کی خبر کی تصدیق کر لینا انسان کی فطرت میں داخل ہے اور خود ہر شخص کی طبیعت اس کے صدق پر گواہی دیتی ہے۔

الحاصل جب صدق کے پورے پورے قرائن راوی میں موجود ہوں تو اس کی خبر فطرۃ عقلاً شرعاً ہر طرح سے صحیح اور قابل قبول ہے پھر ایسی خبر کی محنت میں توقف کرنا ان تمام قرائن کو سیکھا اور فطرت و عقل کو بلے اعتبار کر دینا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ فقہاء جن شرائط سے حدیث مرسل وغیرہ کو صحیح سمجھتے ہیں وہ صحیح ہیں۔ اب رہا یہ کہ مزید احتیاط کے لئے شرط لگائے جاتے ہیں جن سے احتمالات بعید بھی ماقط ہو جائیں تو یہ غور طلب ہے۔ مسئلہ کہ جب راوی شہین اور عمل بان لیا گیا تو اس کا اعتبار خود اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ اس کی مقنع حدیث بھی ایمان میں جائے اور اس میں بھی احتمال کہ باوجود معاشرت کے شاید ملاقات نہ ہوئی ہو ماضی بلا حیل ہے ایسے احتمالات کا اندازہ شرائط سے بغیر ہو سکتا لیونکہ ایک ملاقات ثابت بھی ہو جائے تو یہی وہی احتمال لگا ہوا ہے جو ایک ملاقات ثابت ہونے سے پھلے تھا اس لئے کہ جب اس کی خبر کی تصدیق محتاج شرط موی تو معلوم ہوا کہ اس کا تین وغیرہ کافی نہیں سمجھا گیا حالانکہ مفروض وہی مقنع اور مرسل ہے جس کا راوی متصف باوصف و شرط عدالت ہو۔ غرض کہ ایسے مستند راویوں کی تصدیق کو امور خارجہ کے محتاج بنانا ان کے عمل و تدبیر مفروضہ کو بلے اعتبار اور غیر مفروض بنا دینا ہے اسی وجہ سے فقہائے صحیح حدیث میں صرف یہ شرط لگائی کہ اس کے راوی کا عمل و فہم وغیرہ ضروری صفات دیکھ لیجائیں اور جب عقلاً و شرعاً اس کی بات قابل تسلیم ہو تو امور خارجہ کے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں البتہ کچھ کہہ سکتے ہیں کہ کچھ شرط

بھی پائے جائیں تو نور علی نور ہے چونکہ فقہاء کو عقل و اجتہاد سے بہت سے کام لینے تھے جو
 معانی لغویہ اور قرآنی وغیرہ سے متعلق ہیں اس لئے انہوں نے صحت حدیث کیلئے
 جو امور ضروری تھے انہی پر انکشاف کے ہمہ تن اجتہاد کی طرف متوجہ ہوئے اور غیر شرعی
 و اجتہاد سے کوئی تعلق نہ تھا جیسا کہ ہمیشہ وغیرہم کے حالات سے معلوم ہوا اس لئے
 صرف اسنادوں کی طرف متوجہ رہے اور کچھ عادی بات ہے کہ آدمی کو جس چیز کی طرف
 وجہ تام ہوتی ہے اس سے متعلق اس کو ایسی باتیں سوجھتی ہیں جو دوسروں کو نہیں
 سوجھتیں یہ وہ نزاکتیں اور ضرورت سے زیادہ امور اس کے خیال میں ایسے قدرتی
 علوم ہونے لگتے ہیں جیسے دوسروں کو نظر و ریات۔ چونکہ محدثین کا کام تحقیق اسناد
 و عمر بھراؤ نہ تھا وہی کا مشغلہ رہتا ہے اس لئے انہوں نے روایتوں میں ضرورت سے
 زیادہ امور کی پابندی کی اور ایسی روایتوں کا انتخاب کیا جنکی اسنادوں میں اتفاقی طور پر
 علی وجہ کے رواد اور محسنات تھے اور باقی کو متروک کر دیا گو ادوں کے راوی اصل و ضابطہ
 ہوں اگر ممکن ہوتا تو امام بخاری رحمہ ابن العربی وغیرہ کے خیالی شہرہوں والی حدیثوں کو
 نہ رو جمع کر دیتے جس سے بڑا فائدہ دیکھ ہوتا کہ مقتدر کو بھی ادوں روایتوں میں کلام کرنے
 کا تجاویز نہ ملتی۔ مگر دراصل وہ کام ہی بے ضرورت اور فضول تھا مقصود حاصل ہونے
 لئے فقہانے جس قدر شرطیں لگائی ہیں کافی ہیں۔ باوجودیکہ امام بخاری نے اس انتخاب
 میں بہت کچھ پابندی بیان کی مگر بہت سارے امور میں ادوں کو بھی انخاص کی ضرورت ہوئی
 جس کہ جس قدر ضرورت سے زیادہ شرطیں کسی حدیث میں پائی جائیں گی اس سے زیادہ
 سن آجائے گا مگر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ نفس صحت حدیث ادوں سے متعلق ہے۔
 سی وجہ سے امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں کہ روای میں پر علم حدیث میں سے زیادہ
 صحیح کتب نہیں حالانکہ اس میں مہربل اور منقطع اور بلا اسناد حدیثیں بھی ہوتی ہیں جنہیں
 غنی ہوتا ہے جیسا کہ مقدمہ فتح الباری میں شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ نے لکھا ہے۔
 وینا عن الشافعی سألہ عنہ انہ قال ما أعلم فی الہدایہ من حدیث
 شریک ما من کتاب ما نک قال و منہ من سألہ بغیرہذا الحدیث

اصح من نالوطا۔ ایضا فیہا نقد استثنیٰ بعض الاحکام اطلاق صحیحۃ النجاء
 علی کتاب مالک مع اشتہار کما فی اشتراط الصحۃ ولبیانہ فی التجرید و
 التثبت وکون البخاری اکثر وحادیثا لا یدل منہ افضلیۃ النبی و الجواب
 عن ذلک ان ذلک محمول علی اصل اشتراط الصحۃ فمالک لا یرى الانقطاع
 الاسناد فادھا فلذلک خرج الوسائل والمنقطعات والبلغات فی اصل
 کتابہ ثم اس سے ظاہر ہے کہ نفس صحت مرسل اور منقطع میں بھی یہ وجہ ہے اور یہ
 کہ سکتے موطا میں مثلاً آدمی یا عین یا وصحت ہے اور بخاری میں کمال کیونکہ صحت متجربہ
 بلکہ نفس صحت میں دونوں برابر ہیں البتہ بخاری شریف میں اسوندیہ کا یہی التزام کیا گیا
 از قبیل محضات میں اگر اس میں بھی لازم نہیں آتا کہ تعارض کے وقت و حدیث جبر
 شریک محمد بنون راجح ہو اور دوسری صحیح حدیث متروک ہو جائے ویکہ یہ بھی جس
 کی پوری اسناد میں حدیث ناہیہ اور سماع پر قطع و لالت کرتی ہے باوجود اس کے تعارض
 وقت صحیح متعن علی شرط البخاری متروک نہ ہوگی بلکہ دوسرے اسباب توفیق وغیرہ ویکہ
 بجائے محمد بنون کی اسانید کی طرف توجہ اور دون کے عنصرت کی جانب اشتغال اس
 لفظ ہے کہ امام بخاری نے الجواب المکمل فی الاخبار المثل میں ایک سو ایک حدیث
 اجمع کی میں جنکی اسنادوں میں عجیب عجیب التزام ہیں مثلاً بعض اسنادوں میں اول
 آخر تک حرف عین کا التزام ہے جیسے عبد الرحمن بن عوف بن جابر بن عبد الرحمن بن عبد
 انون کا التزام ہے مثلاً عبد الرحمن بن ابی نعفل بن انس بن مالک بن انس بن مالک بن انس بن
 او بنوعون بن خرف بن شایع بن ابی نعفل بن انس بن مالک بن انس بن مالک بن انس بن مالک بن انس بن
 سے آخر تک ایسے لوگوں کے نام ہیں جنکی خبریں نہ تھیں نہ سہو نہ ہر ایک نے اسکی
 کی۔ ہر چند یہ امور ضرورت سے نہ آئیں مگر ان سے توجہ غلطی سے نہ ہو سکتا ہے
 قوت حافظہ کا اعنی درجہ کا ثبوت نہ ہے کہ جس نے اسنادوں سے توجہ کی ایک قسم کو
 کا ذخیرہ و اہم کر دیا۔

ہر سے زمانہ میں بھی فاضل ابن ابی شیبہ مولوی محمد حسن انصاری صاحب جوشن حدیث

بدلتی کہتے ہیں ایک کتاب حدیث میں بھی اور اس میں وہ حدیثیں جمع کیں جنکی اسنادوں میں اہل بیت میں سے کوئی ایک مذکور ہوں۔ اور سب تالیف اور کاتب لکھا کہ شیخ کا اعتراض ہے کہ اہل سنت و جماعت کو علوم اہل بیت نہیں پہونچے اس پر مجھے غیرت آئی اور کچھ کتاب ہنسی شروع کی۔ اس کتاب سے مقصود مولوی صاحب کا صرف یہ بات معلوم کر دینا ہے کہ ان حضرات کی روایتیں ہماری کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ اس سے شیخ کو الزام دینا مقصود میں کہ انہوں نے ان حدیثوں کے مطابق عمل نہیں کیا اور اعتقاد نہیں رکھا کیونکہ وہ تو ان کتابوں کو اور ان روایتوں کو صحیح اور قابل اعتبار سمجھتے ہی نہیں۔ اور نہ مولوی صاحب کا یہ مقصود ہے کہ اہل حدیث اور روایتوں پر عمل کریں کیونکہ وہ تو سوائے بخاری کے کسی کتاب کو ماننے ہی نہیں پھر فردوس دہلی اور آغانی وغیرہ کی روایتوں کا جو اس میں مذکور بن اور ان پر کیا اثر ہوگا اور نہ یہ مقصود ہے کہ مقلدین اور پرعمل کریں اس لئے کہ مقلدین کو مل کا مارا ان کے امام کے اقوال پر ہے جس کا وظیفہ تحقیق و تنقید عادیث ہے اگر وہ حدیث پر عمل کرتے تو مقلد کیوں کہلاتے عامل بالحديث اور امام بخاری رحمہ کے مقلد ہوتے جن کو مقلد فی الحدیث ہونے پر مخدثرین کا اجماع ہو گیا ہے۔ پھر جس طرح مذہب اربعہ مدون ہوئے ان اہل بیت رضی اللہ عنہم کا مذہب مدون ہوا ہی نہیں اور نہ جس طرح حنفی شافعی مالکی حنبلی کرہ وائل متنبی ہی کہیں ہوئے حالانکہ اس لقب کا ایک شخص بھی سن نہیں کیا البتہ شیخ اپنے آپ کو ان بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر ان کے عقائد سے ظاہر ہے کہ اہل بیت کے طریقہ وہ نہیں ہیں بلکہ خود اہل بیت کی تصریحات سے ان کا مخالف ہونا ثابت ہے اب رہی روایات کہ جو روایتیں اہل بیت سے مروی ہیں کیا ان حضرات کا مذہب انھی کے مطابق ہے وچھ سو وہ ضرور نہیں اس لئے کہ یہ روایات مسلم ہے کہ کسی حدیث کو روایت کر دینے سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ راضی کا مذہب بھی وہی ہے دیکھ لیجئے صحاح ستہ میں اکثر متعارض روایات جو دونوں جماعتوں کے ہیں کہ وہ سب مذہب نہیں اس لئے کہ لفظ اذا تعارضتا قاضیا ہے۔ ولفظ ساقط الاعتبار ہونے کی کسی ایک کو ترجیح ہوگی اس طرح کسی حدیث کو روایت کرنے سے وہ اہل بیت کا مذہب ثابت نہیں ہو سکتا اسکی تصدیق یا کسائیوں ہو سکتی ہے کہ اگرچہ

کما اختلف الشرائع لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا وكذلك لكل
 مجتهد جعل له شرع من دليله ومنهاجا وهو عين دليله في اثبات
 الحكم ويجزى مر عليه العدل عند رقر والشرع الالهي ذات كنه
 فخرم الشافعي عين ما احل الحنفي واجاز الوحيفة عين ما منع احمد بن
 حنبل فاجاز هذا المالم يجزى هذا او اتفقوا في الاشياء واختلفوا في الاشياء
 والكل في هذه الامة شرع مقبول لنا من عند الله مع علمنا ان مراتبهم
 دون مراتبة الوصل الموحى اليهم من عند الله - اور باب ثامن وثمانون بين
 كتبه بين وحكم الاجتهاد في الاصول والفروع واحد والحق في الفروع حيث
 قرره الشرع وقد قرره حكم المجتهدين ولا يقره الا ما هو حق فكله حق - اور اربع
 بين مجتهدين في كان من علم ما لك ابن النس ودينه ودرع امرانه اذا سئل
 عن مسئله في دين الله يقول انزلت فان قيل له نعم افق وان قيل له لا تنزل له
 الحاصل اهل كشت كي ان تصير حجات سے ثابت ہے کہ مرضی الہی بھی ہے کہ تیرے
 من ایہ اور بعضی تقلید کی جائے - اور چارون مذہب برگزیدہ باگوارب الغفرہ ہیں اور
 سب حد میں اسی وجہ سے اجتہاد میں من جانب السداون کو مدد پہنچتی رہتی تھی - یہی تھی
 ان کشت کے مشاہد سے ثابت ہوا کہ اہل میت کی تقلید شریعت میں مطلوب نہیں اب اس کا
 کو بھی دیکھئے کہ حضرت علی المدنیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد اہل میت کا مذہب
 اختیار کرو کہ حکیم ارشاد ہو قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کا النجوم بادیم
 اقتدا یجتمعت عند قبری کہ فی مشکوٰۃ یعنی میرے صحابہ سب مثل ستاروں کے ہیں
 تجر جس کی پیروی کرو گے راہ پاؤ گے - اور نیز ارشاد ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 انی لا ادری ما یقع فی ایہ کما انتہر وانا اللہ بین من بعدی الی یوم واما
 اور ان کے من میں کشت فی مشکوٰۃ یعنی فرمایا کہ میرے بعد من نہیں جانتا کہ کس قدر
 میرے بعد کس کو پیونے کے میرے بعد کس کو پیونے کے میرے بعد کس کو پیونے کے
 نیز ارشاد ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یشہ منکم بعدی فیری

اختلاف کا کیا اثر اعلیٰ ہے۔ بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین المہدین قہس علیہم
 علیہا وعضوا علیہا بالنواجذ سدا لا احمد ابوداؤد و الترمذی وابن ماجہ
 کذا فی مشکوٰۃ یعنی فرمایا حضرت نے جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہیں گے اختلاف کا کثیر ہوگا
 سو تم کو چاہئے کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو اور ہرگز نہ چھوڑو اور
 نیز ارشاد ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من امتی
 شد فی الناس واداہن ماجہ کذا فی مشکوٰۃ یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 کہ جماعت کثیرہ کی اتباع کرو اور اس سے جو غلطی ہو وہ دوزخی ہے انتھے انھی روایات
 اور ارشادات کی وجہ سے محدثین نے خلفاء راشدین اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے
 جو روایتیں مروی ہیں جمع کئے۔ اور جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ نے
 طریقہ بتلادیا مجتہدین نے اُن میں اجتہاد کئے اور کروڑ ہا مسلمانوں نے جن میں
 اکابر و علمائے دین اُن کی تقلید کی اور سواد اعظم بن گیا جس کے اتباع کا
 حکم نبوی ہے۔

اب ویکھئے کہ مولانا محمد وح کو نہ اولیاء اللہ کے اس کشف کا انکار ہے نہ اپنے پیروں کے
 حنفی المذہب ہونے کا انکار ہے نہ ان احادیث کا انکار ہے یہ کہو نہ کر کہا جائے کہ ان تمام
 اقراری امور کے بعد اُن کی بھڑائی ہے کہ سب چھوڑ کر فقہ اہل بیت کی تقلید کیجئے
 یا جو وہ اس کے اگر کوئی شخص مولانا کے منشا کے خلاف اپنے جمل سے یہ سمجھ لے کہ
 فقہ اکبر اہل بیت کا مذہب ہے اور وہی واجب الاتباع ہے تو اس کی غلط فہمی ہے اور
 سے مولانا کو کوئی تعلق نہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ اگر کسی کو بھی شوق ہو کہ اہل بیت کے مذہب سے کون کون سی چیزیں
 اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شان میں جو روایات ہیں ان سے کون کون سی چیزیں
 یاد رکھے۔ ان علوم سے بھر دیا ہو تو کچھ خواہش ہوگی حنفی مذہب کی اتنی روایتیں یاد رکھے
 جتنی اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمیں شریف ارکھے تھے اور آپ کے
 علوم جیسے کو فرمیں شائع تھے دوسری جگہ تھے اور امام صاحب بھی کوئی شے یاد رکھے

سے حضرت کے علوم آپ کو پہنچ گئے ہیں کیونکہ جب امام صاحب کے چار ہزار استاد تھے
 تو ان میں سے ہر استاد کو فہم ہو گئے۔ پھر امام صاحب کا شوق تحصیل علم نواہی دیتا ہے کہ
 جب تک کل امارت کو فہم کے اپنے حاصل نہ کر لیا ہو گا باہر نہ نکلے ہوں گے۔ باہر کے
 علم تحصیل علم کے لئے بار بار کو فہم کو اتنے تھے جیسا کہ امام بخاری فرماتے ہیں
 الشام ورمہ اور جزیرہ اور بصرہ کو توین دود و چار بار بار گیا مگر کو فہم اور فہم کو اتنے بار گیا کہ
 اس کا شمار نہیں کر سکتا کما فی مقدمۃ النعم قال البخاری دخلت الى الشام ومصر
 وجزیرہ ورمہ ورمہ والی البصرۃ أربع مرات و اقامت بالبحران سبعة اعوام
 ولا احصى لمدخلت الى الصفوفه وبعد اذ مع المحدثین جب کو فہم لیا
 دار العلم تھا تو بھیہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ امام صاحب ایسے پیش کیا ذخیرہ کو گھر میں حاصل نہ کر کے
 باہر گئے ہوں بلکہ عقل اس بات پر گواہی دیتی ہے کہ جس قدر اور دن کو فہم سفر انہما
 کے بعد وہ ان کی حدیثیں ہی ہوں گی امام صاحب کو گھر بیٹھے ادن کے اعتقاد
 مضاعف حاصل ہوئی ہوں گی اور چونکہ امام صاحب کو ابن بیت اور علی کریم اللہ وجہ سے
 کمال درجہ کی محبت تھی یہاں تک اسی محبت کی وجہ سے اہل حدیث آپ کے مخالف ہو گئے
 میں چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اہل حدیث ہم سے بغض اس وجہ سے بھی رکھتے
 ہیں کہ ہم ان پر بیست رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں اور علی کریم اللہ وجہ کی
 نفوذ ثابست کہ یہ ہیں اور وہ ثابت نہیں کیا گئے۔ علی وعلی میں سحر ستانی رحم نے
 اس سبب آپ کے قید ہونے کا کھانا ہے کہ آپ کو اہل بیت کے ساتھ نہایت محبت اور علاقت
 تھی جب یہ خبر منسوخ ہوئی تو اس نے آپ کو دائم مجلس کر دیا چنانچہ قید میں آپ کا
 انتقال ہو رہا کہ اس کا منصب کہ امام صاحب کے مقابلہ میں اہل بیت کی محبت کا
 وغیرہ کر کے آپ نے اس محبت میں اپنی جان تک فدا کر دی اور مقتضائے طبیعت ہے کہ
 جس کے ساتھ محبت ہو اس سے اس کی ہر بات اچھی معلوم ہوتی ہے اس وجہ سے ہم
 یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ یہ خبر غلط ہے اور علی کریم اللہ وجہ کی روایتیں اس کا
 اس میں موجود ہیں امام صاحب نے غلط کر کے ادن کو حاصل کر لیا تھا۔ غرض کہ

میر حسن ثنیں بالکل واقع کے مطابق اور موکد بالقرائن اور موید بالمقل سے کہ حضرت علی کریم اللہ
 وجہ کے علوم امام مہاجب کے اجتہاد میں پیش نظر تھا اور ظاہر ہے کہ چشمہ علوم اہل بیت
 رضی اللہ عنہم حضرت علی کریم اللہ وجہ میں اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً کل علوم اہل بیت
 کے امام مہاجب کی فقہ میں شامل ہیں۔ یہ مزید برآں دو سال آپ کا امام جعفر صادق رضی اللہ
 عنہ کی خدمت میں رہنا جو لولہ اللتان اہلک النعمان سے معلوم ہوتا ہے اس بات کو بتاتا
 ہے کہ رہے تھے علوم اہل بیت کی تکمیل بھی آپ سے اس مدت میں کر لی۔ خبریں کہچہ
 کو کمال افتخار کا موقع ہے کہ علاوہ جمیع احادیث و قرآن کے علوم اہل بیت کے ساتھ بھی
 ان کے فقہ کو خصوصیت ہے اور ان کے فقہ میں فقہ اہل بیت بھی شامل ہے۔
 الحاصل محمد بن بشیر غلمی کی وجہ سے اسنادوں سے متعلق اقسام کے نفس اور التزام
 کیا کرتے ہیں۔ واسطہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں ایک ایسا التزام بھی کیا جو
 اس سے مستند ہونا مشکل تھا اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ آپ کا زاد و غیر معمولی حافظہ اس پر
 قوی تھا کہ آپ اسناد میں آپ کی پیش نظر تھیں جس میں ایک لاکھ صحیح اسنادیں تھیں
 جنکی صحیحہ کا خود ان کو اعتراف ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی چیز کثرت سے
 ہوتی ہے اور کوئی اہم اور ضروری کام درپیش نہیں ہوتا تو مقتضائے طبیعت ہے کہ
 اس میں سے اعلیٰ درجہ کی اشیا کو آدمی منتخب کرتا ہے دیکھئے لکھنؤ شاہی جواہر خانے
 میں اس چند اکثر خواہر پیش بجا ہوتے ہیں گارہ بھی ان میں سے ایسے جواہر منتخب کئے جاتے
 ہیں جو لاجواب ہوں واسطہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لاکھ صحیح منتخب حدیثوں سے پھر
 انتخاب کر کے چند حدیثیں ممتاز کر دیں جنکو لاجواب کہنا چاہئے اور یہ کام ان سے
 زیادہ قوت میں آیا جو دو سو قوت تک کسی سے ہو سکتا تھا اس پر جعفر امام بخاری صاحب کو
 شہادہ دیا ہو۔ یہ وہی مقتضائے سرور و نشاط و فکر و خیال ہے یا ہو کہ بس صحیح حدیثیں
 تو ہی ہیں اور راستہ سے حدیثیں ہیں ان کے مقابلہ میں کوئی قابل اعتبار نہیں اور ان میں
 حدیثوں کو ساقطاً اعتدلاً کر دیا جسکی محنت ائمہ بلکہ خود ان کے اسامہ کے نزدیک بلکہ خود ان کے
 نزدیک مسلم ہو چکی تھی اور اس وجدانی حالت کا ان پر اس قدر اثر ہوا کہ کل احادیث صحیحہ کو

ترک کر کے انھی چند حدیثوں پر اجتہاد کا مدار رکھا اور اسکا خیال نہ کیا کہ پھر اسے تمام مجتہدین اور اہل علم کے اسناد و کے خلاف ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو منتخب شدہ حدیثوں میں دوبار انتخاب کیا مجتہدین سابق کو اس انتخاب کا ضرورت تھی اس لئے کہ انہوں نے اسنادوں کی تحقیق کر کے صرف اہل صحیح حدیثوں کو روک دیا تھا جس سے احکام متعلق ہیں پھر اہل احادیث کے مضامین میں غور و فکر کر لیا اور انہیں مسند میں منبہ کیا تا تنبیہ کرنا کوئی ایسا کام نہیں کہ اس سے فرصت مل سکے اور اہل صحیح کے اسناد و معاملات پسندیدہ میں موازنہ کرنے کی نوبت آئے کیونکہ انہوں نے یہ

مان لیا تھا کہ اہل معتبر راویوں کے ذریعہ سے جو حدیث پہنچ گئی ہے اسکا انکار ہو نہیں سکتا اس لئے اہل صحیح حدیثوں کو پیش نظر رکھا کہ اجتہاد کیا اور جس طرح صدیق اکبر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کا طریقہ بتلایا تھا اس کو عمل میں لایا اور تمام احادیث صحیحہ اور کرامتہ و تراویہ سے ہندو لیکر تنبیہ احکام کیا اور اجتہاد کے وقت کسی صحیح حدیث کو نظر انداز نہیں کیا اور جو طریقہ امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث صحیحہ کو ساقط الاعتبار کرنے کا رکھا اس کا اختیار بھی نہیں کیا اور نہ اس کے خیال کرنے کی اہل ضرورت تھی اب بتائے کہ جو لوگ تمام احادیث صحیحہ کو قابل استدلال سمجھتے ہیں۔ وہ حامل بالحیث ہونگے یا وہ لوگ جو لا کہوں حدیثوں کو ترک کر کے چند حدیثوں کو قابل استدلال سمجھتے ہیں۔

ترتیب سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے واجب العمل حدیث چھپانے کا طریقہ اختیار کیا جس سے بے ضرورت و بے نیلے جن احادیث کی صحت کو قدامت نے تسلیم کر لیا ہے اور انہوں نے اسکا ساقط الاعتبار کر کے وہ حدیث واجب العمل سمجھی جائے جس میں بعض کے ساتھ کہ بعض جبکہ مطلب یہ ہے کہ سب صحیح حدیثوں کو ترک کر کے احادیث صحیحہ پر ہی اجتہاد کیا جائے۔ اس سے عارض بالحیث صواب آئے۔ اور فقہاء کا یہ طریقہ ہے کہ احادیث صحیحہ پر ہی اجتہاد کیا جائے۔ اس سے مستنبط احکام کیا جائے۔ اس کی ضرورت نہیں بلکہ کل صحیح حدیثوں سے اجتہاد کیا جائے۔ اور اگرچہ اس سے یہ نتیجہ نکلے کہ واجب العمل ہے اب ان دونوں

ہے بلکہ ممکن ہے کہ اصل واقعہ کی اسناد کو دراصل صحیح لیکن غیر مطالب شدہ و طعنہ اس منوط
بین خلاف واقعہ اعتقاد و عمل کی ضرورت ہوگی کیونکہ دوسری روایت میں کہ کوئی نقطہ الاعتقاد
ارٹنے کے پر نہ تھا بلکہ ان پر غور کرنے کی اجازت ہوگی نہ عقل و اجتہاد و سند کا مانی جائیگا
اور اس کے ساتھ یہ نتیجہ ہوگا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ نے جو میر تقی احمد کا بطلان
میں کیا ہاں ابھی معلوم ہوا وہ مترک ہو جائیگا اب بتائے کہ کوئی طریقہ محمود اور واجب الاتباع
ہے اور مجتہدین صدیق اکبر اور محمد و غیرہ کے اتباع کے ناموزین یا اخیرین حدیث
شریفہ میں دوسرے علیکم سنتی ومنہ الخلفاء الراشدین من بعدی۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی اس نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ کا جو قول ہے کہ صبح
میں اس قدر اور عصر میں اتنا ہی افضل ہے اور سبکی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
اقبل الصلوة تو طرفین النہار اور لفظ الصلوة میں یہ قایم کر دے کہ نماز کو دونوں طرف دن کے
اور جو حصوں میں اس کے نماز کے آیت ولات کے قریب ہے کہ نماز کی دو طرفوں میں واجب
ہے اور چوکھڑے دو طرف دن کے طلوع وغروب میں جن میں نماز بلا ضرورت باجماع جائز نہیں
اور طرف ثانی سے مراد مغرب و عشاء میں جو سبکی اس لئے کہ وہ در لغت میں اللیل سے متعلق ہے
جن میں نماز مغرب اور عشاء اور وتر پڑھی جاتی ہے کیونکہ لفظ زلعت جمع ہے اور جمع کیلئے
نماز رکعت میں اور عشاء کے سر سے نماز جو اکل طرفین سے معنی مجازی اسی جائز ہے اور قاعدہ
ہے کہ نماز میں اگر کوئی طواف کرے یا کسی چیز سے سب سے پہلے طرف کا اطلاق مجازاً ایسے
وہ نماز میں جو طرفین وغروب کے قریب ہو تب ہم دیکھتے ہیں کہ اس قدر نسبت غلبہ ہے کہ
نماز میں اگر کسی نے طواف کرے یا کسی چیز سے سب سے پہلے طرف کا اطلاق مجازاً ایسے
وہ نماز میں جو طرفین وغروب کے قریب ہو تب ہم دیکھتے ہیں کہ اس قدر نسبت غلبہ ہے کہ
نماز میں اگر کسی نے طواف کرے یا کسی چیز سے سب سے پہلے طرف کا اطلاق مجازاً ایسے

مجلس ششمین

[illegible]

جو تیرے کی ہے کہ البتہ یہ موقع استدلال کو خوب جانتے ہیں اور اس کا مطلب اس سے ظاہر ہے کہ کوئی آیت اور کوئی حدیث سے کون کون سی مسائل نکلتے ہیں اور کون کون سے تھے۔ اور جو موقع استدلال اور دن کے عاشرہ خیال میں نہیں وہ امام صاحب کے پیش نظر تھے۔ یہ روایت اور پر لکھی جا چکی ہے کہ اعمش رحم سے چند مسائل کسی مجلس میں پوچھے گئے آپ نے انہیں امام صاحب سے اور ان کا جواب دینے کو کہا اپنے جواب دیا۔ اعمش نے ان کی دلیل طلب کی۔ امام صاحب نے وہی احادیث پیش کر دی جو اعمش رحم سے انہیں پہنچی تھیں۔ اب وہ حیران ہیں کہ کچھ مسائل اور احادیث سے کیونکر نکل سکتے ہیں آخر امام نے موقع استدلال اور طریقہ استخراج بیان کیا جس کو سن کر وہ کمال مسرت سے کھاسنے لگے۔ الاطباء و النحوی العطارین اب غور کیجئے کیا یہ مضامین عالیہ استاد و تلمیذ کو نہ یاد آتے سخت شرطیں لگانے سے حاصل ہو سکتے ہیں یا شارع کی مراد پر مطلع ہونے کا اور اس سے کوئی ترمیم مل سکتا ہے ہرگز نہیں۔

عقد الجدیدین ابن حزم رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے فلم یجع اللہ تعالیٰ الورد عند التنازع الی احد دون القیام والسنۃ و حرم بذلک الورد عند التنازع الی قول قائل لانہ غیری القیام والسنۃ یعنی تنازع کے وقت سوائے قرآن و حدیث کے کسی کے قول کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہے انتہی بیان شاید کچھ خیال کیا گیا ہے کہ مقلدین امام کے ذاتی قول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مگر کچھ خیال درست نہیں اس لئے کہ ہم مقلدین امام کا جرم اعتقاد ہے نہ امام صاحب نے اجتہاد کر کے کتاب و سنت سے مطالبہ فرمایا ہے جس پر صمد اکابر محدثین نے گواہی دی ہے جن کو ہم جوہر شریف نہیں سمجھ سکتے۔ محدثین کے قول کو خدا و رسول کے قول کا حاصل سمجھتے ہیں اور اسی جرم پر اور کیا عتاب ہے۔ جیسا کہ مشتبہ ہو تو جس جہت پر قبیلہ ہوئے گا حرم ہو اسی طرف توجہ ہے۔ یہ تو خلاف واقع ہو۔ غرض کہ حقیقت تقلید پر غور کر کے اسے اس قدر سمجھ جائے کہ جو تہمیں جن سے عوام کو دھوکا ہوتا ہے اور علماء کو غش

عقیدہ الہیدین لکھا ہے کہ ابن حزم فرماتے ہیں اس میں تشریف ہے یہ بخیر استدلال کیا ہے
 قولہ تعالیٰ فان تنازعتم فی شئی فی امر وہ الی اللہ ورسولہ ان کنتم
 تو منون بادلہ والیود والاحزاب یعنی اگر کسی بات میں تم میں جھگڑا ہو تو اس کو خدا و
 رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم کو خدا پر اور وہ فیما بینکم ہو مگر یہ استدلال صحیح نہیں
 اس لئے کہ اس میں تشریف نہیں دیا کہ جھگڑا ہونے کا ذکر ہے۔ اس تنازع کا بیان نہیں جو
 مسائل فقہ میں ہوتا ہے کیونکہ غیبتہ جو فتوے دیتا ہے اس پر قرآن و حدیث سے
 استدلال کرتا ہے اگر اس کا فیصلہ بھی قرآن و حدیث ہی پر رکھا جائے تو دور لازم آئے گا۔
 کسی ایک مسئلہ میں جب آیات و احادیث باہم متعارض ہوں تو ممکن نہیں کہ ان کا فیصلہ
 دوسری آیات و احادیث سے ہو سکے کیونکہ وہ آیات و احادیث بھی اسی تنازع میں
 شریک ہونگے۔ دراصل یہاں تنازع کرنے والی احادیث داوۃ میں جو مجتہدین کی طرف
 سے پیش ہوتے ہیں ان کے فیصلہ کا طریقہ ابو داؤد رحمہ اللہ نے صحیح میں یہ لکھا ہے
 اذا تنازع الخیران عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فظن الی ما علی بہ اصحابہ
 میں نے لکھا ہے اگر وہ دو حدیثوں میں تنازع ہو تو غرض اصحاب کی طرف دیکھ لیا جائے کہ
 مجتہدین نے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے اسے اس بات میں کیا عمل کیا ہے اس
 دیکھئے کہ بموجب اس روایت کے احادیث کا فیصلہ صحابہ کے عمل پر لگایا جائے گا
 وہ غیر قرآن و حدیث ہے کیونکہ سنت ہے۔ اس پر ابن حزم رحمہ اللہ کے قول میں نبی صلی اللہ
 وسلم ہے یہ سب قولہ تعالیٰ فی امر وہ الی اللہ ورسولہ اس پر ابو داؤد رحمہ اللہ
 کا قول بیان لیا جائے تو ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان حدیثوں میں جو
 ممکن ہو گا کہ وہ تواتر نہ ہو سکیں اور ان میں سے ایک کو غلط سمجھا جائے
 اور صحیح سمجھا جائے گا ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان حدیثوں میں جو
 میں سے ایک کو غلط سمجھا جائے اور دوسرے کو صحیح سمجھا جائے
 اس کے بعد ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان حدیثوں میں جو
 میں سے ایک کو غلط سمجھا جائے اور دوسرے کو صحیح سمجھا جائے

اتبعوا ما اتوا اليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونهما وليا تعينوا على ما اوتوا من ربكم
 کہو کہ جو آپ سے آئے ہیں ان سے پیروی کرو اور ان کے پیچھے نہ چلو اور جو آپ سے آئے ہیں ان سے پیروی کرو
 یہ کہ مقلد قرآن کو نہیں جانتے اور اس کے مقابلہ میں امام کے ذاتی قول کو ماننے پر آمادہ
 نہ آتی کیا اتھارم کی کوئی حد بھی ہے۔ کوئی ایک مسئلہ تو پیش کیا جائے کہ کسی مسئلہ پر
 مجھ سے صحیح حدیث قرآنی کے خلاف میں رائے قائم کی ہے اور مقلد اس کی پیروی کرتے ہیں۔

ایک مسئلہ یہ بھی نقل کیا ہے قال اللہ تعالیٰ واذا قيل لهم اتبعوا ما اتوا اليكم قالوا بل ننبئهم ما اتوا اليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونهما وليا تعينوا على ما اوتوا من ربكم
 کہو کہ جو آپ سے آئے ہیں ان سے پیروی کرو اور ان کے پیچھے نہ چلو اور جو آپ سے آئے ہیں ان سے پیروی کرو
 یہ کہ مقلد قرآن کو نہیں جانتے اور اس کے مقابلہ میں امام کے ذاتی قول کو ماننے پر آمادہ
 نہ آتی کیا اتھارم کی کوئی حد بھی ہے۔ کوئی ایک مسئلہ تو پیش کیا جائے کہ کسی مسئلہ پر
 مجھ سے صحیح حدیث قرآنی کے خلاف میں رائے قائم کی ہے اور مقلد اس کی پیروی کرتے ہیں۔

نہ کسی کتاب سے یہ بات ثابت ہو سکتی نہ حمیت اسلامی اسکو گوارہ کر سکتی ہے مگر ایک
افسانیت ہے جو قبر قسم کی تباہی پر ادا ہو رہی ہے۔ اسی طرح ائمہ دین کے مقلدین کو
کافر بنانے کا سبب بھی وحی غصہ اور جھالت ہے۔

اوسے میں بھی کہنا ہے کہ اس آیت شریف میں حق تعالیٰ نے غیر مقلدوں کی سبح کی ہے قولہ تعالیٰ اخشای عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئیک الذین ھد فیہم اللہ وادانت ھم اولوالالباب یعنی تم خوشی سناؤ میرے چے بندوں کو جو سنتے ہیں بات اور پہر ملتے ہیں اوس میں سے اچھی بات پر وہی ہیں جنکو راہ دی اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے۔

معلوم نہیں غیر مقلد اس میں کیوں شریک ہو گئے حالانکہ اس سے تو مقلدوں کی تعریف ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ وہ بموجب ارشاد الہی باتیں تو سب کی سنتے ہیں مگر مانتے ہیں اوس کی جس کی بات کو اچھی سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ قرآن و حدیث پر کے مطابق اگر وہ اپنے ہی امام کی بات ہے اور اوس کی پیروی کریں۔

یہاں پر یہ بات ہے کہ اگرچہ یہ باتیں صحیح ہیں مگر ان سے
 یہاں شاید یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ اگرچہ ان باتوں کی ابتداء
 جس کو اپنی دانت میں اچھی سمجھتے ہیں اور اس کی ابتداء کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے
 کہ جب یہ باتیں بالافاق اچھی ہیں مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ اور ان کو ہر امام کے عقلمند
 اب بھی وہ باتیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں بخیر یا مختلف حدیثیں اور ابن عربین وغیرہ میں
 سوائے ان میں اچھی بات جو ہر ائمہ میں پیدا ہوئی ہو بغیر انہوں نے اس کے خلاف نہیں ہو سکتی
 اور کس کو ہی اس سے کیا جوازی اور جہاں کا جھگڑا ہو۔ اور چونکہ یہ عقلمند اپنے امام کو قرآن و حدیث
 کافی میں اعلیٰ درجہ کا عالم سمجھتا ہے اس لئے اس سے علم کے مہابو اچھی بات کا وہی تتبع
 ہو گا اور غیر عقلمند کو چونکہ اچھی دیکھ کر اس کے عقلمند نہیں سمجھتے۔ دیکھ کر اچھی بات کا محض کرنا
 دشواری ہے۔ اس صورت میں کیونکر جانے کہ قیام میں اس سے غیر عقلمند و حق

عقیدہ المجیدین ابن عربیہ کا یہ تامل بھی نقص کیا ہے کہ کل معاہد اور تابعین اور

پڑھ رہا تھا میں نے اسکو پکار کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور اس واقعہ کی
 خبر دی حضرت نے اسکی اور میری قراوت منکر فرمایا تم دونوں محسن ہو لینے اچھا
 پڑھتے ہو اور اس کے بعد فرمایا کہ اختلاف مت کھا کر وتم سے پھلے جو امتین تھیں وہ
 اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ دیکھتے قرأت کے اختلاف کی وجہ سے
 ادن کو قتل نہ ہو سکا اور اس شخص کو پکار کر حضرت کے پاس پہلے گئے۔ اور بخاری و مسلم
 میں ہے کہ عمرؓ نے ہشام بن حکیم کو دیکھا کہ اپنی قراوت کے خلاف پڑھ رہے ہیں
 فوراً اونکے گلے میں چادر ڈال کچھتے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے
 عرض کیا اختلاف سے خلاف ضرور پیدا ہوتا ہے خواہ مثلاً اس کا نصیحت ہو یا
 لہیت اسوجہ سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادن کی اصلاح فرمادی کہ
 ایسے خفیف امور میں اگر اختلاف ہو تو مخالفت کی نوبت نہ آنے پائے
 اسی طرح ہر ایک موقع میں مخالفت باہمی کی خرابیاں اور وعید اور اتحاد و موافقت کے
 منافع اور تفصیلتین بیان فرمایا کئے اور آیات بھی اس باب میں نازل ہوئیں۔ چونکہ
 صحابہ نے خدا و رسول کے ارشادات کے مقابلہ میں اپنے اقصاء طبعی کو
 کان لہم کیے اور نصیحت بولنا کلیہ ترک کر دیا تھا اس لئے جزیئ مسائل میں اختلاف
 ہونے سے مخالفت نہیں ہوتی تھی۔ یہ شخص جس سے چاہتا مسئلہ پوچھ لیتا اور
 اس کے مطابق عمل کرتا اور مختلف فتووں سے جو اختلاف پیدا ہوتا تھا اس سے
 مخالفت کی نوبت نہیں آتی تھی۔ اور وہی اثر و اثر ثلث نہ تھا تابعین میں بھی تھا پر چون کہ
 زمانہ زور ہوا گیا مقتضیات طبع سے پیدا ہوئے اور رفتہ رفتہ یہ مخالفت ہوئی جو فی زمانہ
 مشاہد ہے کہ دیکھتے کو وہ علم کے بل بوتے پر عمل کی حالت مخالفت ہے اور چھوٹے
 چھوٹے مسائل میں ایسا اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ مخالفت کی نوبت پہنچ جاتی
 ہے۔ اسکی ابتداء وہی زمانہ سے ہوئی تھی۔ یہ خبر غایب ہے جب دیکھا کہ مذاہب باطلہ
 کا شیعہ اور اختلاف و مخالفت پانچویں اور آخری زمانہ سے اس لئے فقہ کی تدوین کی طرف
 متوجہ ہوئے جس سے ہمیشہ ہر زمانہ سے ہوا کہ اختلاف باہمی جاتا رہا اور تمام مقصد

اپنی جانشینی کے لئے اعلیٰ درجہ کے اہل اہل کو تصور فرمایا یہ رہے رعایت اور نہ کو رہی کہ عذر
 علی رضی اللہ عنہما کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ مرد عورت کو طلاق کا اختیار دے۔ یہ ہے مگر
 باوجودیکہ علی کرہ امہ وجہ کا اجتہاد و عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے خلاف تھا علی کرہ امہ
 وجہ نے اپنے اجتہاد پر فتویٰ نہیں دیا اور عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے رہے۔

اسی وجہ سے کہ اختلاف بائیں شر و فساد ہے۔ دیکھئے کہ ایسے دو جلیل القدر صحابیوں
 نے صرف نساؤ کے خیال سے تقلید کو تحقیق پر ترجیح دی اب اصلاح پسند عزم
 تقلید مذہب کر کے مخالفانہ باجمعی جو مانع ترقی و سوسمی ہے بلکہ تنزل اور ادب کو رو
 افزوں ترقی دے رہا ہے۔ اس کو اٹھانے اور قوم کی اصلاح کرنے میں کیا تاثر
 ہے صحیح حدیث ہے کہ اصحابی کا لیجھوم بایہما اقتدیتمہما افتدیتہم یعنی
 صحابہ مثل ستاروں کے ہیں اور میں سے جس کی اقتداء کی جائے باعث بہایت

ہے جب ایسا قوی و ستارہ نما رہے اس پر اتنا کیا ہے تو اگر بالفرض تقلید سے استغناء
 پیش بھی ہو جائے تو یہ جو اب ہو سکتا ہے کہ جس طرح صحابہ سے دفع مخالفانہ کی غرض
 سے تقلید کو بھی ہمیشہ جہاد کی بلکہ ہم اس کی بدولت مستحق اجر جزیل میں کہیں کریمہ بھیج سکتے
 ہیں یہ تو صحیح ہے عن ابی الدرداء را قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 الاخیر کمہ بافضل میں درجۃ الصیام والصدقۃ والصلوۃ قدنا ابلی قال

اصلاح ذات البین و بعد ذات البین فی الحاقہ ما والاہ الوداد و الدنیا
 وقال ہذا احسن بیئت کجیم کہ یہ ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس اصلاح
 ذات البین سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے کہ اگر اس کو دیکھ کر اور جہاد میں بد و زور نہ کرے

تو یہ بہتر ہے۔ اور اس میں سے جس کی تعمیر خود حضرت بھی نہیں کر سکتے تھے
 اور یہ ہے کہ وہ دین کو تباہ کر دیتا ہے۔ ولانا ثناء و ان اللہ تعالیٰ

ہم پر رحم کرے۔ اور اس میں سے جس کی تعمیر خود حضرت بھی نہیں کر سکتے تھے
 اور یہ ہے کہ وہ دین کو تباہ کر دیتا ہے۔ ولانا ثناء و ان اللہ تعالیٰ

Handwritten text block 1, consisting of approximately 12 lines of script.

Handwritten text block 2, consisting of approximately 3 lines of script.

Handwritten text block 3, consisting of approximately 12 lines of script.

فردی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه

و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه

و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه

و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه
 از کسی که در این راه است و به هر حال که می شود باید که در این راه

اور کما خطبہ کرتے ہیں اور تم اگر کچھ نہیں کہتے امام صاحب نے کہا اور ان کا قصور نہیں میری نے
 اور ان کا کیا کیسی ہے کہ یہ سب سے میری نے کسی سے کہتے نہیں غرض اس سے کہ وہ اور بہت سے سچے
 واقعات لکھے ہیں کہ ان کے انفرادہ اور شہادت سے امام صاحب نے جن سے ظاہر ہے کہ
 طلبہ استاذوں کی طرف سے ماحول پر واکر کے تھے ورنہ جن کے متبادل میں ان کا شیخ سرور جہاں
 تھے طلبہ کی حیثیت ہی کیا کہ اور ان سے نفرت رکھ کر سکھیں۔ اور ان کے قتل سے بھیاں معلوم
 ہو سکتی ہیں کہ حسد الیسی بری بلا ہے کہ آدمی کو اندر دیتی ہے جس سے کمال نقصان کی
 صورت میں نظر آنے لگتا ہے یا یوں کہنے کہ حسد اور ان کو اندر نہائی کی فکر میں ہوتا ہے کہ
 کمال کو نقصان کی صورت میں مشاہدہ کر اے یہ حال بھی الیسی بلا ہے کہ اس سے پناہ مانگنے
 کی ضرورت ہے جیسا کہ آریہ شریف و صوفی حاسد اذا حسد سے مستفاد ہے
 مولانا شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ صاحب قدس سرہ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو شخص جو کما بعد حسد
 آسمان زمین میں جو پہلے گناہ ہو احسد ہی تھا و ان ابلیس اپنے آدم علیہ السلام پر جمیکا تھا بھلا
 قابیل نے قابیل پر جمیکا تھا امام صاحب پر اگر حسد کیا گیا تو کوئی بات نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ
 اہل کمال کا محسوس ہونا ایک لازمی امر ہے جیسا کہ کہا گیا۔

وان ارداد لی احسد من احسد ان انفصیلہ لا یفصلہ عن اللہ
 اس وجہ سے امام صاحب کا محسوس ہونا ضروری تھا چنانچہ امام بخاری اور برہمچاری محمد بن
 حسد کیا تھا جیسا کہ تاج الدین سبکی رحمہ نے طبقات شافعیہ میں لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے
 کہ امام بخاری رحمہ جب منشا پور گئے اور اس وجہ سے کہ بیشتر سے آپ کی شہرت بلا واسطہ میں
 بھی طالبین حدیث جو حق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور عمر راجحی دہلی رحمہ کا
 تفسیر ان تواتر ہونے سے ان کی بدنامی کی یہ تدبیر نکالی کہ تعلق القرآن کا مسطور چھڑ دیا جائے اس وجہ
 سے کہ نہ خفیہ قرآن اور نہ مانعین متہم بالشارع تھا جس پر امام احمد ابن حنبل رحمہ سے امام
 چکے۔ تفسیر اور تفسیر میں اس میں نہایت اعتدال ہے۔ تفسیر قرآن کے مختلف تفسیر سے
 یہ تفسیر بھی نہیں۔ امام صاحب۔ ایک روز جب غلبہ اور غلبہ سے مجلس بالانان تھی ایک شخص نے کہا
 ہو گیا اور پوچھا حضرت اس سن میں آپ کیا فرما تھے میں کہ قرآن کا لفظ جو کہا جاتا ہے۔

[illegible]

الاحد ان تهن من عبادك سحر عيسى سليمان في بصرات و افق رست كه انا و هما صاحب سحر
 بعد و اسد و جحر شمرين بشكر از دست افقي امام احمد انا هم بخاري او غير و رحمت الله كو هم نام امام احمد
 احاسه ابن برن شيك سحر خبير كه سحر اس سحر كه بھام كمي نشد احمد كا و سوقت في بھام
 پور و سحر رست انو خبير كه جو قائل بنم سے اوس نئي وجہ سحر تھی كه ابن كی توجہ بنام سحر
 لی نصر و سحر سحر و سحر تھی اور امام صاحب كے اجتناب میں غواض عالمیہ ہوا كرتے تھے
 تھ ان حضرات كی رسائی نہ ہونے یا ان كو ضرر نہ پہنچا : امیر المؤمنین فی العریف سحر
 بن مبارک م نے خود اپنا بیان بیان كیا كه كئی روتك امام صاحب كی تقریر كو سمجھ میں نہ آئی
 اور تہ كاشمیرك حلقہ بنا كرتے تھے اور كا بر شیع سے مرزی سے كے بڑے بڑے
 محدثین امام صاحب كی تقریر كے تہنگ تھیں پہنچ سكتے تھے جس كی وجہ سے بعض
 الانسان علما و اجمعی دشمن ہو گئے۔

الخیرات اللسان میں لکھا ہے كہ دانش مر سے كوی سحر پوچھا گیا فرمایا اس كا جواب نعمان
 بن ثابت خوب جانتے ہیں اس پر كئی بن آدم نے پوچھا آپ اون كو كوں كے باب میں
 كیا فرماتے ہیں ابو حنیفہ كی برائیاں بیان كرتے ہیں فرمایا اب سمجھو كے كے جو مسائل
 اونہوں نے بیان كئے كچھ تو كوں نے اون كو سمجھا او كچھ نہ سمجھا اس كے اذن كے
 دشمن ہو گئے اور حمد كرتے تھے۔

الخیرات اللسان میں لکھا ہے كہ شعبہ ابو حنیفہ مر پر نہایت تردید كرتے تھے اور قہر لہا كرتے
 تھے كہ اذن كا فہم نہایت درست اور مافہم نہایت قوی تھا جن مسائل میں كو كوں نے ان
 تشبیہ كی ہے وہ ایسے مسائل تھے كہ اذن كی سجد و ان كے ساتھ پہنچ سكي اور ابو حنیفہ اون كو خوب
 فرماتے تھے پھر فرمایا اذ كی قسم خدای تعالیٰ كے روبرو وہ اوس كا تہیر دیا كینگے۔
 خوش كی شمع بجا عداوت ہوئی۔

الخیرات اللسان میں لکھا ہے كہ ابو سلیمان سكتے تھے كہ ابو حنیفہ عجیب شخص تھے اون كے
 كلام سے جتنی شخص نہ پھرتے تھے جو اس كے سچنے پر نادر تھیں مطلب سچ كے نا سمجھی تو
 كو كوں نے قہر سے اعراض كیا۔

اوس کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جو ناسخ آیتیں نازل ہوئیں ہم اوس سے منسوخ آیتوں
کو رد کر دیتے ہیں جو کہ میں نازل نہیں ہوئیں۔ اور جانتے ہو کہ ان آیتوں میں سے بعض
رکعتیں ہیں۔ و جب یہ کہہ کر کہ ان سے نزدیک اعراف اور فصاحت سے دقتوں کا ہے
میں۔ کہ وہ قبیل خبیثین اور ہم ان کی نافرمانی کے فناء کا حکم کرتے ہیں۔ جانتے ہو کہ ان
کے ذہن ہم سے بغض رکھتے ہیں۔ و جب یہ کہہ کر کہ ہم ملکہ تدبیر میں ہوں۔ کہے بخاندان ہون جو
ان کے یہاں کا ایک بڑا عقیدہ بادشاہ منشیہ ہے۔ اور جانتے ہو کہ انشاہام کیوں ہم سے
بغض رکھتے ہیں۔ و جب یہ کہہ کر کہ ان کی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک کہ خدایت ہے
اگر ہم اوس وقت موجود ہو۔ کہ تو غشی کریم اللہ وجہہ کے نشان میں رہ کر معاویہ رضوان اللہ
سے جنگ کر گئے۔ اور جانتے ہو کہ ان پر حدیث کیوں ہم سے بغض رکھتے ہیں۔ اس
سے کہ ہم اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتے ہیں اور علی کرم اللہ وجہہ
شرفہ ثابت کر سکتے ہیں اور وہ نہیں کر سکتے۔ اے انتھا

الحاصل مختلف اصحاب سے امام صاحب کی دشمنی محدثین کے دلوں میں گہری ہوئی ہے۔ اس کی
وجہ سے اقسام کے الزام آپ پر لگائے جاتے ہیں اور ہر طرف شہرت ہے کہ وہ صاحب
الزمام ہیں۔ احادیث کے مخالفانہ اپنے دل سے منکر نرا سہتے ہیں جس سے
اہل ہدایت کو بڑی نفرت آپ سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر اگر کوئی شخص آپ کے ملازمین میں سے ایک
ہو تو وہ ضعیف بنایا جائے گا تو محدثین کہہ کر کہ وہ فخر سے اس کا نام خارج کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ
انصار میں سب بظاہر خوش ہوئے۔ مگر نے نہایت خیر سے قتل قتل کیا ہے کہ حسن بن علی
البحرانی نے کئی کئی بار اس کی طرف مائل تھے اس وجہ سے جو شیریں اس نے اس کو
ضعیف بنا کر دیا۔ اور میرا ان کا اعتدال خیر و کتب رجال سے واضح ہے۔ کہ امام صاحب
کا بار بار سی واری و شمار دہی کے الزام میں کئی کئی بار اوطافا قید کر دیا ہے۔ پھر
پھر ہرگز نہ کہ ان سے بڑھ کر کسی نے ان کا قتل نہ کیا۔ اور اگر امام صاحب
نام کسی اور شخص میں سے ہے تو اس کے لئے طلبہ دعا کیا کہ وہ اس سے
سے ہمیں معاف کرے کہ جس کا حال اشد اور تعالیٰ بھی علم ہے۔ غرض کہ جو شخص

۱۔ اس ذات آسپاد آتش بر کعبہ بن کر کچھ مرنے اور دن آپ کی حیرت میں ہم پر بھی ہے جسے
 آپ کے بعد محمد علی والد علیہ وسلم کو جو وہاں سے چلا گیا۔ امام باقرؑ پر پایہ لگے۔ اور
 امام صاحبؑ بھی رہے۔ وہ بھی لگے۔ اور عرش بن کر آسپاد آسپاد میں لکھ کر پوچھا کہ میں اور ان کا
 پیو ایسا ارشاد ہے۔ کہ ایک ایک کعبہ۔ وہ عید ہے۔ یہ عید عورتوں کا عید امام صاحبؑ کے کعبہ
 عورتوں کا عید ہے۔ کعبہ ہمارا درمیان کا کعبہ اور بایا عورتوں کا عید ہے۔ وہ کعبہ کا کعبہ ہے
 عرش کا۔ الزین فیہ من سے مسئلہ بنانا اور اس سے کہنے لگا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ عورت کا حصہ
 دونا چھٹے۔ دومہ اس کا۔ نماز نصف ہے۔ اور فرمایا نماز۔ کہ اگر میں قیاس سے حکم
 دیتا تو سید حکم میرا کعبہ نماز کی قیاس پر اور ورنہ کی قیاس کر دیتا۔ تیسرا مسئلہ ہے کہ
 پیشہ اسباب یاد اور شمس سے کیا قیاس ہے۔ فرمایا پیشہ اسباب۔ کہ اگر میں قیاس کرتا تو پیشہ اسباب کو
 موزن ہوتا۔ اور زین کے بارے میں زین بن پناہ نہ لکھا ہوں کہ کوئی حکم خلاف حدیث
 دن سے کعبہ شمس ہی امام باقرؑ پر۔ پیشہ نماز۔ کہ اگر نماز وہ حصہ۔ یعنی پیشہ نماز پر حصہ دیا
 آتھ۔ اس سے نماز پر حصہ کہ امام باقرؑ نماز شمس پر حصہ لگی۔ حصہ سے امام صاحبؑ پر حصہ
 بدین سے لکھ کر تحقیق کی۔ کہ سے صدقائی کہی اور مال و جہ کا اخلاص ظاہر فرمایا۔

یہ کہ وہ ایسا اور پناہ کو رہا کہ انک بن میان کہ تقدیر میں کہ حسن بن قمار ابو عقیقہ کی نشان دہی
 بدین کو کیا کرتے تھے۔ ایک بار کعبہ میں سفائی تحقیق کے لئے امیر کووند نے جمع عیادت کو
 کہ طلب کیا مناظرہ کے بعد سب کا اتفاق ہوا۔ حصہ جس کے جو اس پر ہوا اسباب از سر پناہ
 پناہ کو کہ پناہ کو ابو عقیقہ نے تانی کر کے کہا کہ اس مسئلہ میں ہم سب نے فیہ شمس اور امام
 وہی ہے جو حسن بن عمار کے پیشہ میں چکا ہے۔ یہی کہ امام باقرؑ اور اس سے ہوا۔ حسن بن عمار نے ہوا
 کہ انہما بیت مدح کرتے اور کرار کرتے تھے۔ کہ اگر ابو عقیقہ بائیس تیرے اور پناہ کووند سے
 اور باوجودیکہ وہ مجلس مناظرہ میں تھی مگر انہوں نے اپنے الزام اپنے سے نہیں لیا۔ اور امام
 امام صاحبؑ کہ امام باقرؑ اور اس سے چھوڑ دینا ہوا کہ وہ فرخ میں عید سے نماز وہ چھوڑ دینا
 عرش کہ امام صاحبؑ سے تقویٰ کو دیکھ کر انہوں نے مخالفت سے توبہ کی۔
 عید بات بھی اور پناہ کووند ہی کہ ابتدا میں حسن بن صالح امام صاحبؑ کے سے تھے۔ اور امام صاحبؑ

یہاں تک کہ اوں کی توبہ نہ کرے۔ اے کی غار میں اقتدار ہوا کرتے تھے۔ پھر یہ
نوبت پہنچی کہ مسایل فخر حنیفہ کی نجات تہمتیں کیا کرتے۔

الخیرات الحسان میں لکھا۔ چنانچہ ازراعی رحمہ نے عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا کہ وہ کون
برعتی ہے جو کوفہ میں نکال دیا ہے جس کی نسبت ابو حنیفہ ہے ابن مبارک ہے تہمتیں ہیں کہ
اس وقت تو غامض ہو گیا اور اس کے بعد چند مشکل مسایل پیش کر کے کہا کہ یہ نجان میں
ثابت کے افادہ میں کہ وہ کون ہے۔ میں نے پوچھا کہ انرا قیاس میں ایک شخص ہیں جن کو
میں نے ملاقات کی ہے۔ فرمایا وہ شیخ فیل میں اوں کے پاس جاؤ اور اوں سے
علم حاصل کرو۔ میں نے کہا یہ وہی ابو حنیفہ ہیں جن کے پلنے سے آپ نے منع
فرمایا ہے۔ ابن مبارک رحمہ نے کہتے ہیں اس کے بعد ازراعی اور ابو حنیفہ رحمہ کی ملاقات

مکہ معظمہ میں ہوئی اور اوں مسایل کا ذکر آیا امام صاحب نے جس تہمت لکھا تھا بیان میں
اوس سے زیادہ توضیح کی۔ بعد فرماست ازراعی رحمہ نے کہا مجھے آپ کی کثرت علم
اور وفور عقل پر حیرت آتا ہے۔ اور میں جہاں سے بدگمان تھا وہ سخت غلطی تھی جو لوگوں
کے کہنے سے نہیں نشین ہو گئی تھی۔ میں نے کہتا ہوں کہ جو لوگوں نے شہور کر کہا
ہو وہ اوس کے بالکل خلاف ہیں۔ اب میں خدا سے تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں
کہ یہ بدگمانی معاف فرماوے۔ انتہی

دیکھئے ایسے جلیل القدر محدث کو مخالفوں نے امام صاحب سے بظن کر دیا تھا کہ مالک
اوس کا تہذیب ہو گیا کہ جسے الزام لگا ہے جسے میں سبب ہے اصل شخص ہیں اسی وجہ
اوس سے توبہ کر گئے تھے اور ان کو ضرر نہ پہنچا۔

از تصالین ابن ابی عمیر میں اشدت رحمہ کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے قیاس میں
کہہ پاس پڑھا ہے کہ ایک شخص نے انہی بزرگ ائمہ میں سے ایک سے پوچھا کہ میں نے آپ سے
آہوں سننے کہ میں نے یہ سنا کہ اوں کی وجہ سے جو مالک نے تہذیب کیا ہے وہی ہے
اوس نے کہا وہ ابو حنیفہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ طلبہ یہ کہ ایسا شخص جہاں
حنیفہ کے پاس جاتا ہے حکم نہیں کہ باغواء انہی بزرگ ائمہ کے پاس کہ اس سے کیا تہذیب ہو

پتے کھاکو وہ جانتے ہیں کہ ابو یوسف فضیل بن اسود سے اپنے خاندان کے لئے بہت سی
ادین کو اختیار کیا اور میں نے بھی وہی بات اختیار کی جو عبد اللہ پر ہے۔ اس شخص سے
آپ نے بھی ابو یوسف بن کلام کیا ہے۔ فرمایا یونان و یمن میں کلام کرتے تھے
مگر حبشہ اور یمن کے ساتھ پیشہ اور ان کا حال معلوم کیا تو نام ہو کر اس سے استفادہ کیا
کرتے تھے۔ ۱۔ نتھے

یہ بات سنا اور معلوم ہوئی کہ وکیع بن ابی اسحاق امام صاحب کے سخت مخالف تھے نہایت شہرت والی
صاحبِ رحم نے حجة الوداع میں نکاح کیا کہ شہداء شعیب بن وندہ بن نے نہایت کھدیا
کہ ابو یوسف نے حدیث کی مخالفت کی اور امام صاحب سے کچھ کہی مگر یہ جب امام صاحب
نے اس سے جواب دیا تو نہایت غضب سے کہہا کہ تو اس قابل ہے کہ قید کر دیا جائے
اور جب تک توبہ نہ کرے رہا نہ کیا جائے۔ اس کے بعد اونٹنی کی چھ جانت ہوئی کہ امام
صاحب کے مقتدر بلکہ شاکر اور مقلد ہو گئے۔

یہاں یہ بات قابلِ یاد رکھنے کی ہے کہ حجة الوداع میں جو وکیع بن ابی اسحاق کا حال لکھا
اوس سے ہر شخص بھی خیال کریگا کہ وکیع بن امام صاحب کے سخت مخالف تھے اور جتنے
خالفانہ اقوال مل سکتے اوں کو امام صاحب کی توہین میں پیش کریگا حالانکہ اوں کے کلام میں
اس باب میں ملاحظہ فرمائیے اس لئے کہ کراۃ الیضا وغیرہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ
امام صاحب کے شاکر اور مقلد ہو گئے تھے جس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے
اوں تمام اقوال سے رجوع کیا ہے۔ اسی پر اور محدثین کے اقوال کا تمیاس کیا جائے
کہ مبرورایم امام صاحب کا ہاتھوں پر مطاع ہوتے اور اپنے اقوال سے رجوع کر کے
باتیں تھے یہاں تک کہ شدہ شدہ کا یہاں انصاف امام صاحب کے موافق بلکہ مراجع ہوں
میں کہ پیشہ اقوال سے کتاب میں بھی یمن میں سے چند اس کتاب میں بھی لکھے
گئے۔ البتہ جن لوگوں پر نے انصاف سے کم نہیں لیا وہ اپنے خالفانہ اقوال پر نہیں
رہے مگر ظاہر ہے کہ بے انصاف حاسدوں کی مخالفت نہ شمرنا قابلِ اعتبار ہے نہ عملاً
الاستدلال میں لکھا ہے کہ شمر بن عبد اللہ نے حضور نے حضور سے خطاب کر کے کہا کہ

اسیے کہ گوچم سے ابو جعفر نے پوچھا کہ کیا باپ میرے بھائی ہیں؟ چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہاں۔
 لیکن اب ہم اسے لے کر آئیں گے۔ اسے ان کی دعا کی چاہت تھی کہ وہ اسے شریک کی خدمت میں
 لے کر آئے۔ اس وقت اسے منقولہ روایت سے ظاہر ہے کہ وہ اس وقت اپنے آخرین
 حیلان سے تھے۔ تو یہ کہ یہ سب کچھ ان کا اقدار کا لکھا ہوا ہے۔

انہوں نے اس کو دیکھا کہ وہ اس کے پاس آئے۔ ان کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 کہ وہ اس کے پاس آئے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 یہاں تک کہ سفید بھری اور قتل کی خبر ان کے پاس آئی۔ اس وقت اس کے پاس
 کھینچے گئے کہ یہیں سے خبر پہنچی ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 تمہارے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 امام صاحب سے کہ ان کے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 صاحب کے فیصلوں پر اور ان کے حکم کے مطابق اس کے پاس سے اس کو لے کر
 بعد میں اس کے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 وہ پھر اس کے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 برسرہ دیتے تھے اور کوئی ان کے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 سید الشہداء میں اس کے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 اسے کہ ان کے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر

غرض کہ اہل انصاف شیعہ جو حقائق اس سے منقولہ روایت سے ظاہر ہیں۔
 اور اس کے ساتھ ہی اس کا اور خیال ہے جو ان کے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 اور ان کو ان کو زور دیا کہ اس کے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 نکل جائیں۔

مؤلف نے اس کے ساتھ ہی اس کا اور خیال ہے جو ان کے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر
 مقررہ کے حلقہ میں پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک حدیث شروع کی جس کی ابتدا
 یہ تھی کہ اس نے ابو جعفر سے سننے سے کسی کے پاس سے اس کا نام لیا ہے۔ اس کے پاس سے اس نے اس کو لے کر

اور غنیمین دیکھا۔

امام صاحب کے توبہ کا قصہ یہ ہے کہ جب ناریج کا کافر پرستار ہوا تو لوگوں سے اس کا ذکر کیا گیا کہ اہل سنت و جماعت کے شیخ ابو یوسف فرماتے ہیں کہ آپ کو گناہ کیا اور پھر کفر کیا اور ان کا اعتقاد ہے کہ جو شخص اہل سنت کے اعتقاد سے کہنے مخالف ہو وہ کافر ہے اس بنا پر امام صاحب سے کہا کہ اسے شیخ کفر سے توبہ کرو۔ آپ نے کہا میں ہرگز توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کو پوچھا گیا کہ جب آپ جانے لگے تو کسی نے کہا کہ وہ نہیں نے دیکھا کہ اہل سنت کی مراد یہ ہے کہ تم جیسے کفر ہو اور اس سے توبہ ہے۔ یہ سن کر آپ کو بلایا اور کہا۔ شیخ تم نے اس کفر سے توبہ کی جس پر تم میں امام صاحب نے کہا مجھے تم میں سے کہتے ہو یا علم سے کہا میں سے فرمایا میں نے فرماتا ہے ان بعض الظن ائہ اس آیت کے مطابق یہ حدیث صحیحہ ہے اور خطا ہے وہ تمہارے نزدیک کفر ہے اس لئے پچھلے تم کفر سے توبہ کرو اور میں نے کہا تم پنج کہتے ہو ہم اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں مگر تم بھی توبہ کرو امام صاحب نے کہا میں ہرگز کفر سے توبہ کرتا ہوں یہ قصہ امام موصیٰ اور کبروری نے ابو یوسف شیبانی سے روایت کر کے اور بکا تو ان نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے مخالفین جو کہتا کرتے ہیں کہ اہل سنت سے دوبار توبہ لینی سودی توبہ ہے توبہ اولیٰ کو شہر میں ڈال دینے کی غرض سے وہ اس کو ذکر کیا کرتے ہیں امام صاحب نے ان کی اقرار پر انہی پر یہ بھی کہ صرف دوبار کے توبہ کا لفظ اہل سنت کو مل گیا اور اس پر ایک بڑی بنیاد قائم کر دی کہ اور فسق و فجور اور مخالفت حدیث کا تو کیا ذکر کفر تک نہ پہنچتا ہے کفر جس سے دوبار توبہ لینی۔ یعنی توبہ پر قائم ہی نہ رہی بلکہ بار و بار کفر ثابت ہو۔ یہ کبروری پر چھوڑ گئے جو بے باک اقرار پر اس قسم کے بے اصل الزام لگاتے تھے کہ میں تو ان کا پیغمبر کہنا کہ روایت غنیمین جانتے تھے صرف نہ کہ کفر سے توبہ نہ لینی تاویں ہی بڑی بات ہے۔ مگر حدیث اہل سنت سے ہے جو ایسا ہے اصل باتوں کی تصدیق کر لیتے ہیں یہ غنیمین سے نہ کہ مخالفت کی سامی قائم کیوں نہ ہو مخالفت کی راہ سے جو کہ کھینکا

لے کر کوئی سہارا لے کر چلا اور وہاں سے فرار ہو کر آئے۔ اس کے قول کی روایت کی اور اس سے کہ
 حضور نے میں ابو عیثہ سے ایسا کیا۔ اس کی ادب میں شخص سے کہا ہم طائوس کا قول قبول
 کر سکتے ہیں اور اب وہ یہ کہہ کر قتل کو دیوار پر زد سے مارے تھے۔ فرمایا: یہ سخت ہند
 کی قسم اگر تو اس کو دیکھتا تو کچھ نہ کہتا اور وہ اسے دراصل قاتل کہہ کر تھے۔ اس کے
 قتل کو رو کر ناہم ہو گیا۔

ہر جس کی خائف ابن ابی بکرم کرتے تھے کہ جو شخص ابو عیثہ کے باب میں اقرار کرتا
 ہم اس سے بدگمان ہو۔ تیسری روایت ہے کہ ابو عیثہ نے فرمایا یہ کہنا چاہیے کہ
 اس کے زمانہ میں کوئی ان کے علم و فہم سے بے خبر تھا۔ اچھا یہ کہانی کی سبھی وجہ تھی کہ اس نے
 ایسی بات کا انکار کیا جس کے قاتل مقتولین قاتل ہیں جس سے خیال کر لیا جاتا ہے کہ حامد و نکا
 انھوں نے اس پر کار کر دیا۔ دیکھئے محمد بن عمر کو امام صاحب کے باب میں اس کی بڑبڑ و سخاوت
 یہ نہ تھا کہ وہ تو اس کے حامد اور زمانہ میں اس کی کثرت سے تھے کہ فقہ حنفیہ کو کہتے ہیں
 فروغ باب نہ نہایت سے اور اس کے آثار پر وانیوں سے حیدر نہایت حق نیت و باوجود
 چونکہ اہل حق کا فرض ہے کہ احتیاط حق میں مبالغہ کریں اس لئے ان حضرات کو اس قدر تشدد
 کرنے کی ضرورت ہوئی۔

ہر جس کی عبدالعزیز بن ابی روادہ کہتے ہیں کہ ہمارے اہل روگوں کے صحیح میں ابو عیثہ میں
 جس نے اس کو بدعت رکھا ہم اس کو اہل سنت و جماعت سے کہتے ہیں اور جس نے
 اس کے ساتھ بغض رکھا ہم سب میں کہ وہ اہل بدعت سے ہے۔ اچھا
 دیکھئے سنی اور بدعتی کی کچھ مخالفت اس زمانہ میں قرار دی گئی تھی جو خیر الفروغ سے تھا۔ اہل
 تشدد ان کا کہنا ہے کہ امام صاحب کی تقریر کے مقابل میں کوئی بدعتی شخص نہیں سکتا تھا جس کا
 اہل اوپر سے ہو اس وجہ سے کہ اہل بدعت باطلہ آپ کے دشمن اور اہل حق آپ کے
 دوست اور خیر خواہ تھے۔ اور چونکہ امام صاحب کی توہین کرنے اہل بدعت کو تعویذ
 دیتے تھے اور حدیث شریف میں یہ من کثر ہوا و قوم فہم نہ رہے تھے۔ یہ
 کہ کسی قوم کے بے شمع کو زیادہ کرے وہ بھی اوصی میں سے ہے اس لئے اہل سنت

آنست که گفتار خلیفہ بغدادی کی تاریخ سے پہلے کی ہیں اور سن ۶۰۰ھ تک کہ خلیفہ امام عباس
 کے تخت پر تھے اس لئے حاکمین کے اقوال کا ایک بار اور خبر دے اور ان میں سے
 تاریخ میں درج کر دیا ہے۔ پھر جو یہاں بھی تاریخ میں آیا بر حقیقت کے اقوال امام عباس کی
 تو یہ وہی ہیں منقذ ہیں تو قبولہ شخصہ جو شکی وجہ سے ایسی کو یاد مروتہ مستاد اور
 وفاق ہوگا۔

اب یہ بات معلوم کرنی چاہیے کہ خلیفہ بغدادی امام عباس کے امام صاحب کی تو ہیں
 ہیں۔ فقہ احوال نقل کے تین تین امین ہیں۔ اس میں کو کون سے اقوال درج ہوئے ہیں۔ یہ
 امام صاحب کا یہ ہے کہ ان تینوں میں سے امام وہ ہیں۔ کئی تاریخ میں ہیں یا انہوں کی تاریخ میں ہی جرح
 اور یہ کہ میان امام صاحب کی نسبت کی تاریخ میں ہے کہ ان میں سے ایک ایک اور غیر
 کے ارشاد سے معلوم ہے کہ اگر وہ ایک امام صاحب کو درج ہے تو محال ہے کہ انہوں نے
 اتنی دور تک جہاد و صاحب کے ساتھ ہوا اور ان کے فتنے کا اور ان کی
 تقریروں کو شکر و تحسین کیا کہ ان میں سے امام صاحب کے دشمن تھے جو ان میں
 کا بوجھ میں ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے امام صاحب اور ان کے دشمنوں کے درمیان
 کے حکم کا خبر دے کہ ان میں سے امام صاحب نے فرمایا ہے کہ قال ابی
 حسن اللہ سید من۔ امام عباسی نے امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔
 فی زمانہ انہوں نے امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔ امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔
 انہیں مولانا ابو احمد عینی صاحب نے جمع کیا ہے۔ امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔
 ابو عبد اللہ ذہبی نے امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔ امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔
 میں نے ذکر ابو حنیفہ اللہ بن ابی امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔ امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔
 اللہ ہی لا یموت فان الوجل ثبت کجہا انکے اور ابن حجر کے رسالہ التیاراتہ الحسان فی مناقب
 النعمان میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے بعض غیور قبول قدوسی کے الفاظ
 اللہ ہی ابن حجر بزرگ نقل دی ہے انہوں نے امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔
 لا یجوز انہوں نے امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔ امام صاحب کے الفاظ کو اپنے منہ سے کہہ دیا۔

فإنك لا بد من الذين والذين يدينون أنفسهم وأولهم أو موسى بن جعفر قال التاج السبكي
 في الحقيقة الذي سأل المحققين أن ينفذه أن قاموا ثم سأل المحققين مقدر على
 التراجع بل على الطبيب الأقرب بل أن يدينون من ثبت أصابته وعد الله وكن كثير
 وجوه ذلك. إجماعاً به كما كانت هناك شريفة والله على سبب جرحه من تعصب
 مذهبي لا يريه ولا يثبت في حق من سأل قال بعد كلام طويل قد عرفناك
 أن الجرح لا يثبت منه الجرح وأن من سأل في حق من ثبت طاعته على معاينة
 ما رويته من أن أمية ومن كونه صلياً عليه إذا كانت هناك شريفة
 يشهد العقل بأن شهادته على الواقعة فيه من تعصب مذهبي أو سراً
 مذاقته وبقية من حكمه أيكون بين الناس إرثاً في ذلك ولا يثبت كلام
 الاخرى ولا غيره في أبي حنيفة وابن أبي ذهاب وغيره في مالك وأبي
 معين في الشافعي والنسائي في أهل بصرى الخ ونحو ذلك قال روى الخلقنا أنكم
 الجرح لما سلم لنا أحد من الأئمة إذ صاب من إمامنا لا وقد طعن فيه الطاعون في ذلك
 نساها لكونها أئمة أو تخرج الغيث بين من كان قبل عقاباً ابن عبد البر في جرح
 أقسامه باباً إلى باب الأئمة إن كانت أصروا ببعضهم في بعضه وأما أن أهل
 العلم قد قبلوا الجرح فليس هو إلا بيان وإفهام أن انضموا لذلك عدلاً فيهم وأولى
 عدم القبول في الله في إجماعهم من غير أن يكونوا في المعروفة باب في التوفيق في
 عندنا وقد سألنا عن ذلك في ضوئها في إجماع القرن التاسع عشر تحت ترجمته على
 كنهه جرحاً في نفسه ذكره في كنهه بين الأئمة الذين الله به أن ما قال كل منهما
 في السني على السني في إجماعه في كنهه بين الأئمة الذين الله به أن ما قال كل منهما
 صرح أن الخرافة السني على السني في إجماعه في كنهه بين الأئمة الذين الله به أن ما قال كل منهما
 بما ذكره في كنهه عند الله في إجماعه في كنهه بين الأئمة الذين الله به أن ما قال كل منهما
 السني في كنهه في إجماعه في كنهه بين الأئمة الذين الله به أن ما قال كل منهما
 خصمه لا يوجب القتل في واحد منهما فهذا الكلام أحد المناجيزين

کر لینے والے صاحبین پر بڑے تھے اور جو الزام دے لگاتے تھے اکابر محدثین کی جماعت کثیر ہو گئی اور ان تمام الزاموں سے امام صاحب کو بری کر رہی ہوئی۔ اور اسی سے بعد بھی ثابت ہوتا ہے کہ الزام لگانے کا نشانہ تھا لا علیٰ ولا لہا ہرے کہ ایسے لوگوں کی بات قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ سمیر حال اکابر محدثین کے نائب ہو سنے اور توثیق کرنے سے بعد ضرور مانتا ہو گا کہ امام صاحب اور تمام الزاموں سے بری ہیں جنکو مخالفت اقل محفل بنا کر غالبین جن کو امام صاحب سے بدظن کہتے ہیں اور بعد ازاں تفسیر ان بعض الطعن اٹھ خود بھی گناہ میں پڑے ہیں اور ان کو بھی گناہ میں ڈالتے ہیں نفوذ بالمد من شرور انفسا ومن بنیات اعمالنا۔

جب میں یہ بات معلوم ہو گئی کہ اکابر محدثین نے اہل بین امام صاحب پر جو الزام لگائے سب سے تو یہ کہ ان کے علم و فضل اور ورع کا اعتراف کر لیا تو اس کے بعد کوئی طعن قابل توجہ نہ رہا مگر مزید توضیح کے لئے بعض مطاعن میں تفصیلی بحث بھی کی جاتی ہے امام صاحب پر ایک طعن بھی کیا جاتا ہے کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے۔ اسکا جواب مباحث سابقہ سے ظاہر ہے کہ اکابر محدثین نے اعتراف کیا ہے کہ امام صاحب علم و تفقہ میں بے مثل و بے نظیر تھے اس سے ان کی حدیث دانی کا حال خود معلوم ہو گیا کیونکہ اس زمانہ میں سوائے قرآن و حدیث کے مسلمانوں میں کوئی علم ایسا نہ تھا جس کے جاننے والے کو عالم کہتے ہیں اور جو نہیں ہو سکتا کہ امام صاحب کے علم کی تحریف کرنے والوں کو مراد اسے ہو کیونکہ ابن عبد البر نے کتاب جامع بین العلم و فضلہ کے باب معرفۃ اصول العلم میں لکھا ہے کہ مقتدین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے کو علم نہیں کہتے اور ایک جماعت نے خاص حدیث کی تصریح بھی کر دی ہے اور ابیر المؤمنین فی الحدیث لےئے ہیں مبارک رم۔ لےئے ان کو حدیث دانی تھی کی وجہ سے امام اعظم کہا ہے۔ ایک جماعت محدثین نے خبر دی ہے کہ منظرہ (جو صرف اتفاق حق کے لئے کیا جاتا ہے) اس میں امام صاحب پر کوئی غالب نہیں آتا تھا اس سے بھی ان کی حدیث دانی

ظاہر ہے کیونکہ اگر حدیث ہی جانتے تھے تو دلیل کیا پیش کرتے ہو گئے۔ پھر
 جوق جوق محدثین درود و رسم سے آکر حلقہ درس میں جو شرابک ہوتے تھے کوئی نول
 بات نہیں بلکہ اون کے سترم علمی اور علماء دین ممتاز ہونے کی ناک و مانع دلیل ہے
 بات یہ ہے کہ امام صاحب جس زمانہ میں تھے وہ شباب علم کا زمانہ تھا اور اس کے
 بعد اخطا ط شروع ہو گیا اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہند ہوتا گیا۔
 علم میں کمی آتی گئی دیکھ لیجئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ محدثین نے آنھویں طبقہ میں لکھا ہے
 اور امام بخاری رحمہ اللہ کو زین طبقہ میں اس ایک ہی طبقہ کے تقدم و تاخير میں علم کی اس قدر
 کمی ہوئی کہ ایک بار گی چہ لاکھ سے زیادہ صحیح حدیثیں جاتی رہیں اور صرف ایک لاکھ و
 گئیں جس کا ثبوت اس سے ہوتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ سات لاکھ سے زیادہ صحیح حدیثوں
 کی خبر دیتے ہیں جو اون کو یاد تھیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کو ان میں سے صرف ایک لاکھ
 صحیح حدیثیں پہنچیں کیونکہ صحیح حدیث ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم لا یأتی علیکم من مان الا الذی بعدہ لا شئ منہ حدیث سوانۃ البخاری
 یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر زمانہ کے بعد والا زمانہ بدتر ہو گا۔ انتہی
 اب اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں کون کہہ سکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا زمانہ امام
 صاحب کے زمانہ سے فضیلت علمی میں بہتر تھا۔ جب زین طبقہ کی نسبت آنھویں طبقہ
 میں علم اس قدر زیادہ تھا تو امام صاحب پانچویں طبقہ میں تھے قیاس کیجئے کہ اس زمانہ میں
 کس قدر علم ہو گا اور زین طبقہ کو اس کے ساتھ کیا نسبت یہی وجہ ہے کہ ابو جریج
 امام بخاری رحمہ اللہ نے طلب علم میں نہایت کوشش کی مگر صرف ایک ہزار اسی ہشتاد و تین کو
 ملے جیسا کہ مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے اور اوپر معلوم ہوا کہ امام صاحب کے چار ہزار
 استاد تھے جن سے امام صاحب نے صرف حدیثیں حاصل کی تھیں۔

اب تعصب کو ایک طرف رکھ کے امام صاحب اور امام بخاری رحمہما اللہ کے علم کا موازنہ
 کیا جائے تو معلوم ہو کہ زین کے علم میں کس قدر تفاوت ہے امام صاحب اور
 زمانہ میں تھے جس کا خیر القرون ہونا عادیث صحیحہ سے ثابت ہے جو دینی اور علمی بہت

وسائط اور قلمت تدین کی وجہ سے ایسی حدیثیں بہت کم ملین جن کے اسناد و ان کے
کل راوی مستند اور مقبول ہوں اس لئے بہت سی حدیثوں کو ساقط الاعتبار کوئے
کی ضرورت ہوئی چنانچہ قلمت میں ابن حجر عسقلانی رح نے لکھا ہے کہ کثیر کثرت رجال
الاسناد اعتبار المناقل والی کثرت البحث عن احوال المسند اسناد عالی جو محدثین
کو مطلوب اور مرغوب ہوتا ہے اس کی بہت وجہ ہے کہ جس قدر اسناد میں لوگ کم ہونگے
ان میں کم ہوگا جیسا کہ ابن صلاح رحمہ اللہ وغیرہ میں لکھا ہے العالی بعد الاسناد
من الخلل لان حکن واحد من رجالہ یختل ان یقع الخلل من جهة
سواء او عمداً ان فی قتلہ وقلته جهات الخلل و فی کثر تعدد کثرة جهات
الخلل و هذا الجلی فی ان ضحی - حاصل یہ کہ جس قدر رجال اسناد میں کم ہوں خلل کا اندیشہ
کم ہے اور جس قدر زیادہ ہوں وہ ہے - دیکھئے کہ امام صاحب چونکہ پانچویں طبقہ میں
ہیں اس لئے ان کی اسناد میں رجال بہت کم ہوتے تھے تقریباً کل اساتذہ تابعی تھے
جن کا اہل خبر و تدین ہونا اس حدیث شریف سے ثابت ہے جو بخاری شریف
میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس قرنی ثم الذین
یلوئون ثم الذین یأوی نفسہم ثم الجحیمی قوم یسبق شہادۃ احدہم یمینہ
و یمینہ ثم جہادۃ ازیک روایت میں ہے ثم فیقشوا الکذب - اور قطع نظر
اس سے اہل تدین جب کسی سے روایت لیتے ہیں پہلے ان کو جانچ لیتے ہیں کیونکہ
خبر میں وارد ہے کہ جس سے علم لیتے ہو پہلے دیکھ لو کہ وہ اس قابل ہے یا
نہیں ہے اس سے وعن علی کرم اللہ وجہہ النظر و ائمن تاخذون
عند العاصی ناثر اھو الذین - نکتہ میں ابن حجر رح نے لکھا ہے کہ اگرچہ امام بخاری
کے متن میں شیخ ابن کثیر نے لکھا ہے لیکن چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ سے ملاقات تھی
اور ان کے احوال کو خوب دریافت کر چکے تھے اس لئے ان کی روایت مستند
سمجھا جاتا ہے کہ متناقل الذین انقرضوا لھم البخاری فمن نكس لم یبہ اکثر
ھم و شیخ ھم الذین یفسھم و عرف احوالھم و اطلم علی احادیثھم

فیؤخذ ہا من سر و بھا الخلاف مسلم فان اکثرہ من افریۃ یتمخلم حدیثہ
 من نکل فیہ من المتعد میں و لا شاہان المرء اللہ و عرفۃ لحدیث
 تسوخم و نصیح حدیثہ من ضعیفہ ہوں تقد مرعن عصر حتم سلیح
 امام صاحب نے جن کو استا و بنایا تھا امین کے تدین سے بہرہ نوری و تفسیر سے
 و جہ سے اور ان کے معتبر اور موثق ہونے میں کلام ہی نہیں رہا ہے وہ سب زور و کثرت سے
 سوا اگر وہ صحابہ میں ہیں تو ان میں کون کلام کر سکا کہ سہ ہے وہ سب حد و لہیزہ و ادنیٰ
 تعدیل کی ضرورت ہے و ان کی حدیث کے لئے متابع اور شاہد کی تلاش کرنے
 کی احتیاج اور اگر وہ بھی تابعی ہیں تو ان میں بھی بحث کرنے کی چندان ضرورت نہیں
 کیونکہ یہ زمانہ بشر بالخیر ہونے کی وجہ سے ان حضرات میں کذب کا احتمال بہت ہی
 ضعیف ہے اور اگر توثیق کے لئے متابع اور شاہد کی ضرورت ہوئی بھی تو ایک حدیث
 اوس کے لئے کافی ہیں۔ میزان الاعتدال میں امام ذہبی رحم نے علی بن عبد اللہ کے
 حال میں امام بخاری رحم کا قول نقل کیا ہے بل الشک الحافظ اذا الفرد باحدیث کان
 اسفع لہ و اکمل لتوبۃ و اول علی اعتناہ بعلم الاثر و ضبطہ و ان اخر
 الاشیاء ما عرف فیہا اللہم الا ان تبین شاططہ و دھبہ فی الشئ فیرت ذلت
 فانظر اول شی الی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کتب منہ لہ
 ما ینہم احدا لا و قد افرق بسنۃ اذ قال لا یخذ الحدیث لا یتابع علیہ
 کذلک التابعون کل و احد عندہ ما لیس عند الاخر من العادۃ و ما کان
 کے اس قول سے تو صاف ظاہر ہے کہ صحابہ اور تابعین سے جو روایت لی جاتی تھی اوسکی
 توثیق کے لئے اس تحقیق کی حاجت نہ تھی کہ کسی دوسرے نے بھی نہ روایت کی ہے۔
 یا اوس کے معنی میں دوسری روایت بھی وارد ہے یا نہیں۔ الحاصل انھوں نے اور تابعین
 طبقہ والوں کو ایک ایک حدیث کے لئے سو سو طریقے معلوم کرنے کی ضرورت تھی
 جس کی وجہ سے ایک ایک حدیث سو سو حدیثیں بن جاتی تھیں اور قدامی سے یکسر
 یا ہزاروں حدیثیں متاخرین کو پہنچنے تک لاکھوں کے شمار میں آجاتی تھیں جس کا حال

[illegible]

بعض جہول شخصوں کے ذریعہ سے یا مطلع اسناد سے متاخرین کو پہنچتی رہا
وہ صحیح نہیں یا بالکل پہنچن ہی نہیں۔ قدرہ کے پاس آگے کہتا ہیں جنہیں انرا وہ کہے
سینہ میں ان کتابوں سے کئی حصے زیادہ پیشین نظر آئیں۔ وہ یہ ہیں جن میں
کہ کوئی واقعہ شخص اس میں شک نہیں کر سکتا۔ ان کے بعد تو کیا تحقیق کرنا چاہیے کہ
میں کہ جو صحیح روایتیں امام صاحب کو چاہے ہزار ست ہزار اسناد اور سند سے پہنچیں
اور ان میں طبعی و الیج تو ان میں سے ایک حصہ تو پہنچا دیا جائے اور جو حصہ پہنچے
اوس میں سے بہت سی حدیثیں درجہ صحت سے ساتھ رکھیں۔ یہ ہیں۔ اب وہ کیا کہتا ہیں
کہ کام لیا جائے تو ہم ماننا چاہیے کہ جو صحیح روایتیں امام صاحب کو پہنچیں وہ سب
کہ پہنچیں ہیں اور جو غیر صحیح حدیثوں کا امام صاحب سے پہنچا دیا جائے وہ سب
اس تقریر سے اوس رختہ خاض کا پہلی جواب ہو گیا کہ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب سے
تحقیق اور تدوین احادیث کی ہوتی اس لئے جو حدیثیں صحیح روایت میں ہیں اور سند میں
اس میں شک نہیں کہ اوس زمانہ میں تحقیق احادیث کا یہ جو طریقہ تھا وہ اس سے زیادہ
اس تحقیق کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مسئلہ پر ایک حدیث سے زیادہ حدیثیں نقلی صحت سے
نزیات مسلم حتیٰ ضعف ہو گئیں۔ اگر محدث کا فہم صحیح ہو جائے تو اس سے پہلے
کی حدیث کو ضعیف قرار دے سکے اور اگر فہم نہ ہو جائے تو اس سے زیادہ حدیثیں
نویں طیفہ والوں کے خیال سے ضعیف قرار دیا ہو گیا ہو۔ مثلاً اب یہ کہہ سکتے ہیں
کہ فقہ مالک اس سے طیفہ والوں سے زیادہ اولیٰ الذہن اور زیادہ بیوقوف نہ ہو کر کیا یہ نہیں
تقصیر کی اوس زمانہ کی کل حدیث میں جو ان نئی تصنیفوں میں نہیں ہیں
سب غلط یا ضعیف نہیں۔ قدرہ نے احادیث کو جو تدوین نہیں کیا اوس کی وجہ یہ ہے
کہ تدوین احادیث کا مسئلہ اوس زمانہ میں مختلف فیہ تھا چنانچہ امام سیوطی نے
تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ ابن عمرؓ نے یہاں تاہنا۔ ابو ہریرہؓ۔ ابو موسیٰؓ۔ ابو سعیدؓ
ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم اس کو مکروہ سمجھتے تھے اس وجہ سے کہ
یہ ہمیشہ شریعت پر مسلم شریعت میں سے تھے۔ ان کی تفسیر صحیحی الحدیث کا یہ

قال لا تدعوا عني شيئا الا القرآن ومن كتب عني شيئا غيبر القرآن
فليس بي مني حضرت نے فرمایا کہ مجھے سوائے قرآن کے کچھ بت لکھو اور اگر کسی نے کچھ
لکھا ہو تو مٹا دو۔ اور بعض روایات جو مذکور کتاب پر بھی وارد ہیں۔ پھر جو حضرات کتابت
کو جائز رکھتے تھے انہوں نے بھی مدون کتب کو جائز نہیں رکھا چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ
بارہ ویکہ کتابت حدیث کو جائز نہ کہتے تھے اور تہ دین و ماویہ میں صحابہ سے مشورہ
لیا اور سب نے جمع کرنے کی رائے بھی دی مگر بہت نہ تھی۔ اور ایک جیسے تک
اس باب میں استخارہ کر کے اسے آخر فرمایا کہ میں نے سمن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا
تھا لیکن مجھے یہ بات یاد آئی کہ گذشتہ امتوں کے لوگوں نے کتابیں کتبیں اور
انہیں میں متحول ہو گئے اور خدا نے نقل لے کی کتابوں کو چھوڑ کر۔ خدا کی قسم میں
مذکور کتاب اللہ کو کسی چیز کے ساتھ بائیں نہ کروں گا اٹھی مخلصاً۔ اور تذکرہ الحافظین امام ذہبی رحمہ
نے لکھا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے والد نے پانسو
ہزار بیٹوں جمع کی تھیں ایک رات میں سنے اور ان کو دیکھا کہ بستر پر بے چین اور
کمر زمین بدل رہے ہیں۔ سوچا چھوڑ دیا کہ ان کی بیانیہ تاملات ہی یہ ہے یا
کوفی متوحش خبر پہ پہنچا ہے کہ جس سے سب بے چین ہیں کچھ جواب نہ دیا اور
صبح ہوتے ہی فرمایا اسے اڑا کی وہ احادیث جو تمہارے پاس رکھی ہیں لے آؤ
جب میں نے لے گئی تو آگ لگوا کر جلادیا۔ میں نے جلالے کا سبب دریافت کیا
تو فرمایا مجھے اس بات کا خوف ہوا کہ ہمیں ایسا نھو کہ میں مرجاؤں اور وہ چیزیں
میرے پاس رہیں اور ان میں کسی ایسے شخص کی روایتیں بھی ہوں جس کو
میں نے امانت دے دی تھی اور اس کے روایتوں کی توثیق کی اور دراصل وہ
ایسی نہیں جیسے اس نے بیان کیا اور وہیں ان کے نقل کرنے کا باعث
ہو جاؤں۔ انتہی۔ جو کچھ وہ ابتدائی زمانہ اسلام تھا اور قاعدہ کی بات ہے
کہ ہر چیز کی ابتدا میں کمال درجہ کی احتیاط اور اقدام کی پابندیاں اور رعایتیں ہوا
کرتی ہیں اس لئے ایک مدت تک یہ احتیاط جاری رہی کہ جب کسی سے حدیث لیتے تو

[illegible]

Handwritten text in Urdu script, consisting of approximately 20 lines. The text is written in a cursive style and is enclosed within a decorative border. The content appears to be a formal document or a letter, possibly related to a legal or administrative matter. The text is written in a dark ink on a light-colored paper.

مسئمت طامی پر چڑھا کر دیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اکابر محدثین نے اس جماعت اہل الرائے
میں نہ کوئی نہ کیا ہے جس کا ایسا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہوئی
ہو نہ جس کا اس کے شاگرد بن جو سمجھی جاتی ہے۔ غرض کہ اکابر محدثین سے
ماہرہ صاحب کو جماعت کو اہل الرائے کے لقب سے ماہرہ کیا وہ بدعتی سے نہ تھا
بلکہ اوس سے اس کی فتح مقصود تھی۔

اب ہم چند انت فی تقلیدین کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ حجاب امیر المؤمنین فی السنیۃ
وغیرہ شیوخ محدثین کی گوہریوں سے ثابت ہو گیا کہ لاکھوں جاوید صحیحہ کلمہ ہو گئے ہیں اور اکابر
محدثین نے فقہ پر عمل کیا اور اگر وہ اہل اسلام ہر ملک و دیار کے قریب بعد قرن تقلید
فقہ پر عمل کرتے آئے تب اہل اسلام تقلید سے کیوں روکے جاتے ہیں۔ اور
جو فقہ کیا جاتا ہے کہ فقہ کے چند مسائل کا وہی ہے جو وہ کہ مخالفین سے وہ قبول
مندیوں اس لئے کیا پر حدیث۔ نے فقہ کا فقہ حدیث کہا ہے اور وہ اس وقت ہوا
آئی کہ وہ مسائل وہ سرکار کا وہی ہے کہ سوائے ان کے سوائے ان کے ہونا امام بخاری رحمہ
اللہ کی شہادت سے ثابت ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان والے فقہ بھی اعتبار کے قابل خصوصاً بخاری
شریف بھی قابل اعتبار نہ رہے گی کیونکہ اوس میں حدیثیں ہیں سب وہ ہیں جو فقہ مسلح
فقیہین ہو سکتے ہیں اور اس کو مستند علیہ بنانے والی کون چیز ہے ہی قرینہ خانیہ ہے۔ لیکن
جہالت دشمنان منصف رہے۔ ہاں اگر صحیبات ثابت ہو جائی کہ کل صحیح حدیثیں بخاری شریف میں ہو
ہیں اور کوئی تلف نہ ہو یا امام بخاری نے کل واجب العمل حدیثوں کو جمع کر دیا۔ ہے
اور انھی کا واجب العمل ہونا کسی صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ فقہی
وہ مسائل بخلاف حدیث ہیں مگر کچھ وہ وہی امر نہ ثابت ہوئے نہ ہو سکتے ہیں۔ پھر صرف
احتمال پر فقہ کو بے اعتبار نہ کیا ہو کچھ صحیح ہو گا اور احتمال بھی کیسا کہ اکابر محدثین کی تفسیرات
اوس کو رد کر رہی ہیں کیونکہ اوس میں نے صاف لکھا کہ فقہ حنیفہ حدیثوں کی تفسیر ہے
پھر صحیح بات بھی قابل تردید ہے کہ لاکھوں علماء جن میں ہزار ہا ماہرین حدیث ہیں برابر تقلید
نہاں کر کے آئے اور بلا واسطہ امیر میں جس قدر مقلدین کی اکثریت ہے محتاج بیان

نہیں۔ اہل سخیہ باوجودیکہ نہایت تشدد و سرکشی مگر بہی خد بلدین شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے
تقریباً کل اہل سنت و جماعت و علماء دین ان میں گنہگار اور مستحق وہ نزع و قرار دیا گیا ہے۔
ہوگا۔ اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اہل حق و تقویٰ سے صحت ہو کر تھے ہیں سو وہ بھی
غیر اس میں گنہگار نہ تھے۔ اگرچہ یہ سب بیکریا جیسے توکل فرما باطلہ اہل سنت و جماعت کے
سامنے شیعہ علماء کا تہذیبی اہمیت اگرچہ نہایت کم و دلیل برابر ہے کیونکہ کون نہ ان میں کسی فرقہ کے
لوگوں کی تعداد اہل سنت کی تعداد کو نہیں پہنچتی۔

ادنیٰ تامل سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ گمراہ اتواہل سکو بھجنا چاہیے جو قرون اور پیش کردہ مانے
اور مقلدین کے۔ یہ سب کام راستہ قرآن و حدیث پر۔ یہ سب کیونکہ فقہ حنفیہ قرون و حدیث بھی
کا خلاف مشابہت کرتے ہیں جس پر اکابر مجتہدین نے بھی گواہی دی ہے۔ اور یہ کہ یہ ثابت
نہیں ہو سکتا کہ شیعیان شریعت میں تمام اہل سنت اور قرون جمع۔ یہ سب باوجود سبب کا اختلاف بھی
یاں موجود اپنے دلائل و قرون کے۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ یہ سب اہل سنت کی طرح گمراہ اور گمراہ
بنائے جاتے ہیں کہ قدر ظالم اور معمول۔ ملازمین۔ سنس قدر و دست۔ حکم تو سب ہی
سے کہ کوئی اجماع و اہل انوٹا اور حیان عمل بھی ہو رہا ہے کہ اگر کسی چلے تو پستلے مشابہت
کا حاتمہ کرو یا جائے اور اس پر دلیل بھی پیش کی جاتی ہے کہ پھلے کو کرواتا اور پرک
کیا جائے۔ چنانچہ اسی بنا پر شیعہ باریٹ اور مقدمہ باز اہل حق و رشتی ہیں جس میں اہل سنت
کا زور و زور ہے انتہا خج ہوتا رہتا ہے اور اس خانہ جنگی کا نتیجہ بھی ہو رہا ہے کہ وہ سب
اقوام اور اہل مذاہب باطلہ موقع پا کر اسلام پر حملہ کر چکے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ ظاہر ہے
میں خدا شنہ پیدا کر کے لاکھوں مسلمانوں کو اہل نہجوں اور متزلزل کر دیا کہ عیسائی اور حریہ
وغیرہ بنا ڈالا۔ اگر طرفین کے علماء متفقہ کوشش سے مخالفوں کی مداخلت کر کے تہذیبی
تہاکہ اسلام کے مقابلہ میں کوئی سر اٹھا سکتا۔ انوس سب سے کہ جس قدر طبیعت کا زور ہی
اس میں صرف کیا جاتا ہے کہ چند فقہی مسائل احادیث کے مخالف ثابت ہو جائیں چنانچہ
جب سے بخاری شریف بنی سے بھی مسائل حرکتہ الہ اور سب سے طرفین سے سوال نہ
جواب ہو نہ کئے جو کتابوں میں نہ کوئی کتاب اب ان مجتہدین کے کوئی نام نہ جو یہ سب ہی

[illegible]

